آغا خان یونیورسٹی ایگزامینیشن بورڈ

ایچ ایس ایس سی سال اوّل اپریل / مئی 2019 اُردو (لازمی) امتحان کے مارکنگ نکات

تعارف:

اس رپورٹ میں طلبہ کے ہر سوال کی کارکردگی پر عمومی تاثرات اور طلبہ کے جوابات کی چند مخصوص مثالیں، جو دیے گئے تاثرات کی توضیح کرتی ہیں، شامل ہیں۔ برائے مہربانی اس بات کو مدِّ نظر رکھا جائے کہ یہ بیانیہ تاثرات ای مارکنگ سیشن سے جمع کیے گئے ہیں جو بہتر اور کمزور جوابات کے عمومی خیال کو ظاہر کرتے ہیں جب کہ، اس دستاویز میں شامل کیے گئے طالبِ علموں کے جوابات دیے گئے تاثرات میں سے چند مخصوص مثالوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

ای مارکنگ نوٹس:

یہ رپورٹ پرچے میں شامل ہر سوال پر طلبہ کی کارکردگی پر ممتحنوں کی رائے اور طلبہ کی طرف سے دیے گئے جوابات کی چند مثالوں پر مشتمل ہے۔ یہ رائے طلبہ کی طرف سے دیے گئے اچھے اور کمزور جوابات کے بارے میں ای مارکنگ میں حصّہ لینے والے ممتحنوں کے مجموعی تاثر کی بنیاد پر مرتب کی گئی ہے، لیکن یہ ذہن میں رہے کہ یہاں پیش کیے گئے طلبہ کے جوابات صرف مثال کے طور پر دیے گئے ہیں۔

ایچ ایس ایس سی سال اوّل کا اردو لازمی پرچہ دوم چار سوالات پر مشتمل ہے۔ سوال نمبر ایک کے چھ جُزو ہیں جب کہ سوال نمبر دو کے سات جُزو ہیں۔ یہ دونوں سوالات نصاب میں شامل 'مجموعہ نظم و نثر' کا احاطہ کرتے ہیں۔ پرچے کے اس حصّے میں CRQs کے ذریعے طلبہ کی لغوی اور گہری معنوی سمجھ بوجھ کے ساتھ ان کی استدلالی صلاحیت کی بھی جانچ ہوتی ہے۔ سوال نمبر تین اور چار ERQs ہیں جو بالترتیب تخلیقی تحریر اور خط نویسی سے متعلق ہیں۔ اس تحریری امتحان میں لکھے گئے مواد کی مناسبت، درست زبان کے استعمال، جملوں اور پیراگراف کے درمیان ربط اور خط یا مضمون کی درست ساخت کے استعمال کی جانچ ہوتی ہے۔

اساتذہ اور طلبہ کو علم ہونا چاہیے کہ سوال ایسے انداز میں پوچھا جاسکتا ہے جس سے کسی حاصلِ تعلم (SLO) کے مطابق ان کی معلومات، سمجھ بوجھ اور علم کے اطلاق کی بھی کی جانچ کی جاسکتی ہو۔

طلبہ کو یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کسی بھی سوال کو دیے گئے نمبرات(Marks) دراصل جواب لکھنے کے لیے مہیا کی گئی جگہ کے مطابق ہوتے ہیں جو اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ مطلوبہ جواب کتنا طویل ہونا چاہیے۔ زیادہ نمبرات (Marks) کے حصول کے لیے غیر ضروری طوالت درکار نہیں۔ مخصوص جگہ سے زیادہ لکھنا دوسرے سوالات کے لیے دیے گئے وقت کو ضایع کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

طلبہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ SLOs میں استعمال ہونے والے کلماتِ امریہ(Command Words) سے واقف ہوں کیوں کہ یہی کلماتِ امریہ (Command Words)سوالات میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ تمام سوالات میں کلماتِ امریہ (Command Words) استعمال نہیں ہوتے اور" کیوں" ، "کیا" اور" کیسے" جیسے سوالیہ الفاظ بھی سوالات کا حصّہ ہو سکتے ہیں۔

تفصیلی تاثرات:

سوال نمبر1: (الف)

’افسانہ ’سون گڑیا‘ میں الطاف فاطمہ نے معاشرے کا اصل چہرہ دکھانے کی بہترین کوشش کی ہے۔‘

درج بالا بیان سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہوئے افسانہ ’ سون گڑیا ‘ کے فنّی محاسن کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے سوال کا جواب بہتر انداز میں تحریر کیا۔ طلبہ نے سوال کو سمجھ کر دلائل کے ساتھ اتفاق یا اختلاف کیا اور اپنی ادراکی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بہتر انداز میں تنقیدی جائزہ پیش کیا۔

اتفاق کی صورت میں جو باتیں سامنے آئیں اُن میں طلبہ کا کہنا تھا کہ مثلاً:’ درج بالا بیان حقیقت پر مبنی ہے کیوں کہ اس افسانے میں معاشرے کا نہایت باریک بین نگاہ سے جائزہ لیا گیا ہے۔ معاشرے میں اخلاقی اقدار کی پامالی سے لے کر دولت کی اندھی ہوس پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ معاشرے میں عام آدمی کے معاشی مسائل، زندگی کی بنیادی ضروریات کے لیے ترس جانے والی کیفیت، بے روزگاری، سفارش وغیرہ میں گھِرا معاشرہ عام آدمی کے لیے جینے کا سامان پیدا ہی نہیں کر پا رہا۔ سون گڑیا کا علامتی کردار معاشرے میں ہوس پرستی اور جھوٹی عزت کا دعویٰ کرنے والوں کے منہ پہ طمانچہ ہے اور سفید پوشی میں ’ مردِ آہن ‘ کا یہ استعارہ بہت سے اعلیٰ طبقوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات کے لیے لیا گیا ہے۔‘

اور اختلاف کی صورت میں جو جائزہ سامنے آیا اُن میں طلبہ کا کہنا تھا کہ مثلاً:’ درج بالا بیان میں الطاف فاطمہ نے ضرورت سے زیادہ خراب انداز سے چیزوں کی نشان دہی کی ہے۔ سماج کی اچھائیوں کو یکسر نظر انداز کیا گیا ہے۔ بہت سے پیشوں پر کھل کر تنقید کی ہے جس سے اس پیشے سے منسلک افراد کی

حوصلہ شکنی ہو سکتی ہے۔ معاشرے کے کچھ ایسے حقائق جن پر پردہ پوشی کی جاتی ہے، ان پر کھل کر اظہار کیا ہے۔ کچھ جگہوں پر افسانہ بے ربط سا نظر آیا اور قارئین کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی۔ اِس افسانے میں مشکل الفاظ اور تراکیب کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔'

جواب لکھتے ہوئے طلبہ نے دی گئی سطور کا بھی بہترین انداز میں استعمال کیا۔ خوش خطی کے ساتھ ساتھ جملوں میں ربط و تسلسل بھی نظر آیا۔

مثال نمبر۱:

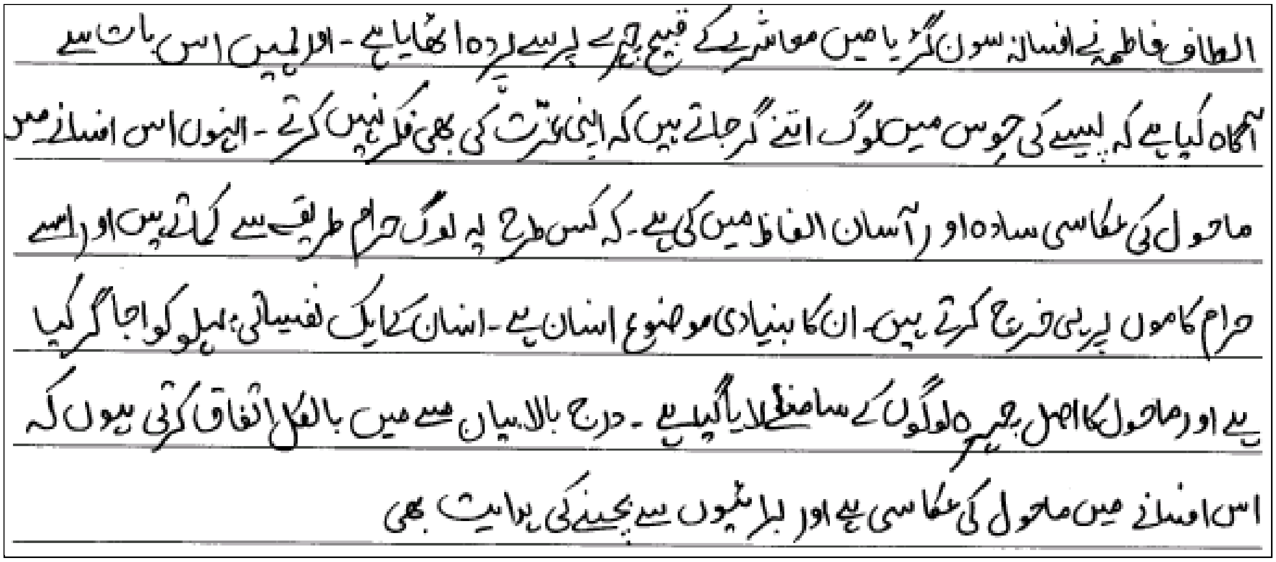
الطاف فاطمہ نے افسانہ سون گڑیا میں معاشرے کے قبیح چہرے پر سے پردہ اٹھایا ہے - اور ہمیں اس بات سے
آگاہ کیا ہے کہ پیسے کی ہوس میں لوگ اتنے گر جاتے ہیں کہ اپنی عزت کی بھی فکر نہیں کرتے - انہوں اس افسانے میں
ماحول کی عکاسی سادہ اور آسان الفاظ میں کی ہے - کہ کس طرح یہ لوگ حرام طریقے سے کماتے ہیں اور اسے
حرام کاموں پر ہی خرچ کرتے ہیں - ان کا بنیادی موضوع انسان ہے - انسان کے ایک نفسیاتی پہلو کو اجاگر کیا
ہے اور ماحول کا اصل چہرہ لوگوں کے سامنے لایا گیا ہے - درج بالا بیان سے میں بالکل اتفاق کرتی ہوں کہ
اس افسانے میں ماحول کی عکاسی ہے اور برائیوں سے بچنے کی ہدایت بھی

مثال نمبر ۲:

سون گڑیا میں الطاف فاطمہ نے معاشرے کا اصل چہرہ دکھانے کی بہترین کوشش کی ہے۔ سون گڑیا میں مصنف نے ایک علامتی و اشاری فضا قائم کرکے معاشرے کے اُس پہلو سے نقاب اُٹھایا ہے جہاں دولت حاصل کرنے کے لیے حلال حرام میں فرق باقی نہیں رہتا اور سب کام اس وقت تک جائز ہیں جب تک دولت ہمارے ہاتھ میں آتی رہے۔ سون گڑیا میں مصنف نے مشکل اور معنی خیز الفاظ کا استعمال کرتے ہوئے برائیوں سے نقاب اٹھاتے ہوئے کسی جھجھک کا سامنا نہیں کیا اور قاری کے دماغ کو اپنی گرفت میں رکھا ہے۔ مصنف نے اپنے لہجے میں تلخی کا اور کاٹ برقرار رکھی تاکہ معاشرے کی تلخی کو پڑھنے والوں تاکہ بنا کسی پردے کے پہنچایا جا سکے۔

مثال نمبر ۳:

میں درج بالا بیان سے اختلاف کرتی ہوں کیونکہ میری نظر میں الطاف فاطمہ نے انتہائی پیچیدگی سے اس عنوان کو بیان کیا ہے۔ اکثر جگہوں پر افسانہ سون گڑیا بے ربط و تسلسل نظر آیا اور قارئین کو سمجھنے میں مشکلات درکار رہیں۔ اس افسانے میں مصنفہ نے غربت کے صرف منفی پہلو اور دولت مندی کے صرف مثبت پہلو بیان کئے ہیں نیز شرت پسندی اختیار کی۔ آپکے اس افسانے میں مشکل الفاظ اور تراکیب کا استعمال بھی کیا گیا۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

بعض طلبہ کے دیے گئے جوابات سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ وہ سوال کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ سوال کو سمجھ کر جواب دینا بھی ایک مہارت ہے، جس کا فقدان اِن کے جوابات میں نظر آیا۔ ایسے طلبہ افسانہ 'سون گڑیا' کے فنی محاسن کا تنقیدی جائزہ پیش نہیں کر سکے۔ کوئی مرکزی خیال کی جانب گیا تو کسی نے سبق (افسانے) سے کچھ نکات ہی لکھنے کو جواب کا حصہ بنایا۔ تحریر میں ربط و تسلسل کا بھی فقدان نظر آیا۔

مثال نمبر ۱:

"سون گڑیاں" میں الطاف فاطمہ نے معاشرے کی اصل حقیقت
بتائی سب کو کہ ہمارے پاس بہت سے بورے وقت اور اچھے
وقت آئیں گے اور ہمیں اُس وقت سے بہت سے گزرنا
ہوگا اور یہ کہ آج کل کے زمانے میں کتنا زارا مسئلے مسئلہ
شروع ہے اور ہمیں ان سب چیزوں سے کیسے گزرنا ہے۔
ہمارے بچے کیا ہیں ہے اور کیا ٹھیک ہے۔

مثال نمبر ۲:

اُس افسانے سون گڑیا میں الطاف فاطمہ نے
منہ سے معاشرے کے حالات دکھائیں
اور سب سے بڑی چیز آپ نے اپنی تحریر
میں منظر کشی کی ہے۔ اور سون گڑیاں کی کہانی
معاشرتی انداز میں بتائی ہے

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ کو حاصلاتِ تعلم کے حوالے سے کلیدی الفاظ کی مکمل پہچان کرائیں۔
افسانے کی تدریس کے دوران اُس کے فنی محاسن کو بھی تفصیل سے سمجھائیں۔

(ب)

سبق 'اُستادِ محترم' کا مرکزی خیال تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کثیر تعداد نے اِس سوال کا عمدہ جواب تحریر کیا۔ 'مرکزی خیال' کے مفہوم کو سمجھ کر سبق 'استادِ محترم' کا بنیادی خیال واضح انداز میں تحریر کیا۔ طلبہ کی جانب سے جس طرح کے مرکزی خیال سامنے آئے اُس کا لبِ لباب کچھ یوں رہا کہ مثلاً: ' استادِ محترم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں علم کی حقیقی قدر نہیں ہے جس کی وجہ سے اس معاشرے کا انتظام ان کے ہاتھوں میں ہے جو جہالت میں ڈوبے ہوئے ہیں لیکن ان کا ظاہری اثر ورسوخ اتنا عمدہ ہے کہ پڑھے لکھوں کی آنکھیں ان کی اس جاہلانہ شان وشوکت کے آگے اندھی ہو جاتی ہیں۔ ایک انسان اپنی زندگی کے تمام نایاب اور قیمتی لمحات معاشرے میں اعلیٰ معیار کی تعلیم دینے کی خاطر علم کے خزانے کی تلاش میں لگادے اور نتیجہ اس کے برعکس نکلے تو ایسے میں سوائے گدھوں کی استادی قبول کرنے کے کوئی چارہ نہیں رہتا۔'

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں، اُن میں طلبہ کی اکثریت نے دی گئی سطور کا بہترین انداز میں استعمال کیا۔ جملوں میں ربط و تسلسل بھی قائم رکھا گیا۔

مثال نمبر ۱:

جواب۔ سبق استادِ محترم میں شوکت صدیقی نے معاشرے کا المیہ بیان کیا ہے کہ
کسطرح جہالت اپنے عروج پر ہے اور لوگ اندھی تقلید کرتے ہیں - کسطرح اہم
عہدوں پر جاہل، بدعنوان لوگوں کو فائز کیا ہوا ہے - اسکے علاوہ معاشرے میں
استاد کی کوئی اہمیت اور عزت نہیں ہے - امیر دولت کے بل بوتے پر جو چاہتا ہے کرتا
ہے -

مثال نمبر۲:

> اس افسانے میں اس بات کی وضاحت کی جاری ہے کہ اس معاشرے میں علم اور عالم کی کوئی حیثیت
> نہیں۔ معاشرے میں حکمرانی ہے تو صرف دولت مندوں کی جو جب چاہیں اور جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا
> معاشرہ جہالت ور لوگوں نے آگے جھکا جھلتا ہے اور اس کی ہر غلط بات کو صحیح مانا جاتا ہے۔ معاشرے
> کی جہالت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے وہ الٹی چاہے
> سمجھانے والا یا بتانے والا اثر ورسوخ دکھتا ہو۔ آخر میں مصنف یہ کہہ رہیں کہ چونکہ معاشرے میں
> عقل و دانش کی کوئی قدر و قیمت نہیں تو ایک گدھا بھی استاد بن سکتا ہے۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کچھ تعداد ایسی بھی تھی جس نے اِس سوال کا جواب صحیح طور پر تحریر نہیں کیا۔ ان میں ایسے طلبہ بھی تھے جنھوں نے 'استاد کے حقوق' بیان کر دینے پر ہی اکتفا کیا، تو کسی نے سبق کے عنوان 'استادِ محترم' کو نظر میں رکھتے ہوئے استاد کے احترام کے حوالے سے نکات تحریر کر دیے۔ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے انہوں نے یہ سبق 'استادِ محترم' پڑھا ہی نہ ہو۔ بعض طلبہ مرکزی خیال لکھنے کے بجائے سبق کے خلاصے کی طرف گئے اور سبق سے چند عبارات جوابی سطور میں لکھ دیں۔ یعنی سوال سمجھے بغیر فقط الفاظ کے حجم سے جوابی سطور کو بھرا گیا۔ املا کی اغلاط بھی بہت نظر آئیں۔

مثال نمبر۱:

> اس سبق کا مرکزی خیال یہ ہے کہ استاد اللہ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہیں۔ جن کو
> روحانی ماں و باپ کہا ہیں۔ ہمیں استاد کی عزت کرنی چاہیئے۔ استاد ہمیں ایک اچھا
> اور نیک انسان بنانے کے لیے صبح سویرے گھر سے آتا ہے۔ استاد کوشش کرتا ہے کہ جو
> علم میرے پاس ہے وہ سب بچوں کو دے دیں لیکن ہم اور آج کل کا دور استاد کی
> عزت ہی نہیں کرتا۔

مثال نمبر ۲:

جب استاد کمرے میں داخل ہوئے اُن کا ایک شاگرد سوئے ہوئے تھے جب اُن کی نیند کھلی تو پروفیسر نے اُن کے چُپ چاپ کام کرنے کا حکم دیا لیکن وہ بول پڑے اور انہیں باہر نکال دیا گیا پھر کچھ لوگ استاد کو اغوا کر کے لیے گئے اور وہاں پتا چلا کے اُن کی تقریر لکھنے پر دباؤ ڈالا گیا جس کی وجہ سے انہیں وہ تقریر لکھنی پڑی۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ کو کلمہ ٔامر یہ ٔمرکزی خیال' تحریر کرنے کے حوالے سے سمجھائیں۔ طلبہ کو کمرۂ جماعت میں ہی مختلف مختصر کہانیاں پڑھنے کے لیے دی جائیں اور پھر اِن سے مرکزی خیال دریافت کیا جائے۔ اِس طرح طلبہ کے خیالات میں وسعت پیدا ہو گی اور ذخیرۂ الفاظ میں بھی اضافہ ہو گا۔

(ج)

' جب اُن عالم صورت کے پوتوں سے، کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے، مجھ کو دوپہر کو سونے نہیں دیتے، ننگے ننگے پاؤں میرے پلنگ پر رکھتے ہیں، کہیں پانی لڑھاتے ہیں، کہیں خاک اُڑاتے ہیں، میں تنگ نہیں آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ اُن میں یہ باتیں نہیں ہیں، کیوں گھبراؤں گا؟ '

درج بالا اقتباس کی تشریح کرتے ہوئے عالم صورت پوتوں اور معنوی پوتوں کا فرق واضح کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی جانب سے اِس سوال کے جواب میں کارکردگی بہتر کے قریب رہی۔ اچھے جوابات اُن ہی طلبہ کے رہے جنھوں نے درسی کتاب میں شامل مرزا غالب کے خط کو خوب سمجھ کر پڑھا ہو گا۔ بہتر جواب کی صورت میں طلبہ کی جانب سے دیے گئے نثر پارے کی تشریح کرتے ہوئے اِس طرح کے جوابات سامنے آئے مثلاً: 'درج بالا نثر پارے میں غالب نے اپنے شاگرد مرزا تفتہ کی تخلیقی صلاحیت یعنی ان کی شاعری کے لیے معنوی پوتوں کی ترکیب استعمال کی ہے۔ عالم صورت پوتے جو ان کے منہ بولے بیٹے کے بچے ہیں اور غالب کو بہت تنگ کرتے ہیں مثلاً انھیں کھانا کھانے نہیں دیتے، سونے نہیں دیتے، پانی گراتے اور کئی شرارتیں کرتے ہیں اس کے باوجود ان کا کہنا ہے کہ وہ ان کی معصوم شرارتوں سے تنگ نہیں آتے تو ان کے شاگرد کی شاعری میں اس طرح تنگ کرنے کی صفات موجود نہیں ہیں بلکہ وہ تو کاغذ پہ لکھے ہوئے چند الفاظ ہیں اور فطرتاً خاموش ہیں تو وہ کیوں ان معنوی پوتوں سے تنگ آئیں گے۔ '

طلبہ کے جوابات میں خوش خطی کے ساتھ ساتھ جملوں میں ربط و تسلسل بھی نظر آیا۔ عمدہ الفاظ کے انتخاب نے جواب کے تاثر کو مزید بڑھا دیا۔

مثال نمبر۱:

عالم صورت پوتوں سے مراد غالب کے وہ حقیقی پوتے تھے جو اس کے فرزند کے بیٹے تھے۔ جبکہ
معنوی پوتے غالب کے شاگرد کی تخلیق یعنی مرزا تفتہ کے خود ساختہ اشعار تھے۔ جب عالم
صورت بچے جو مادی وجود رکھتے ہیں اور انھیں دن و رات ستاتے، تنگ کرتے تو وہ نہیں گھبراتے،
تاہم ان کے معنوی پوتے جو صفحات پر قلم بند ہیں، ان سے وہ کیونکر گھبراتے۔ اس کے علاوہ
حقیقی پوتے انھیں ہر طرح سے ستاتے جبکہ معنوی پوتے اس قابل ہی نہیں کہ انھیں رہتے
وہ تو تخیل کی پیداوار تھے۔ جبکہ عالم صورت پوتے جیتے جاگتے، شوخ طبیعت کے بچے تھے
تاہم اس خط میں مرزا غالب مرزا تفتہ سے عرض کرتے ہیں اپنی شاعری انھیں
تنقید کے لیے بھیج دیں۔ وہ انھیں بالکل نہ تنگ کرے گی بلکہ مسرت و خوشی کا باعث بنے گی۔

مثال نمبر۲:

یہ اقتباس غالب کے خطوط "مرزا تفتہ کے نام" سے لیا گیا ہے۔ اس میں
مرزا غالب، مرزا تفتہ سے مخاطب ہو کے کہہ رہے ہیں کہ اگر تمہیں لگتا
ہے تمھاری شاعری مجھے پریشان کرتی ہے تو ایسا بالکل نہیں ہے۔ تم
اپنی شاعری مجھے بلا جھجک بھیجا کرو۔ مرزا غالب نے تفتہ کی شاعری
کا موازنہ اپنے اصلی پوتوں سے کیا ہے اور کہا ہے کہ جب میں اپنے اصلی
(اُن عالم صورت) پوتوں سے نہیں گھبراتا جو مجھے کھانا کھانے نہیں دیتے، سونے نہیں
دیتے اور تنگ کرتے ہیں تو میں معنوی پوتوں یعنی مرزا تفتہ کی شاعری سے کیوں
گھبراؤں جبکہ وہ مجھے بالکل تنگ نہیں کرتی۔ غالب تفتہ سے گلہ کر رہے ہیں کہ اپنی شاعری بھیجا کرو

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی ایک تعداد رہی جو اِس سوال کا جواب درست تحریر نہیں کر سکی۔ بعض طلبہ تو یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ سوال میں دی گئی عبارت ہماری درسی کتاب کے کس سبق سے ماخذ ہے۔ کیوں کہ ایسے طلبہ بھی تھے جو درسی کتاب میں شامل دیگر اسباق کے نکات اپنے جواب میں تحریر کرتے نظر آئے۔ اس طرح کے جوابات سے یہ محسوس ہوا کہ یا تو اِن طلبہ نے درسی کتاب میں شامل مرزا غالب کا یہ خط سمجھ کر نہیں پڑھا اور بس سرسری انداز میں گزار دیا ہو گا یا پھر یہ خط پڑھا ہی نہیں۔ ایسے طلبہ اپنی سمجھ کے مطابق بس الفاظ کے حجم سے جوابی سطور بھرتے رہے۔

مثال نمبر ا:

عالم صورت پوتے:	معنوی پوتے:۔
یہ اپنے دادا کی بالکل عزت نہیں کرتے۔ اُن سے احترام سے پیش نہیں آتے، اُن کو تنگ نہیں کرتے دیتے ہیں، اُن کو پریشانیوں میں گھبرا دیتے ہیں اور دادا پھر اُن کو ڈانٹنے سے بھی گھبرا جاتے ہیں کہ کہیں الزام مجھ ہی پر نہ لاگو ہو جائے۔	یہ اپنے دادا کی عزت کرتے ہیں۔ پھر اُن سے احترام سے پیش آتے ہیں، اُن کو بالکل بھی تنگ نہیں کرتے ہیں، اُن کو پریشان نہیں کرتے اور پھر دادا بھی اپنے پوتوں کے ساتھ ہنسی خوشی رہتے ہیں۔

مثال نمبر ۲:

درج بالا اقتباس میں عالم صورت پوتوں اور معنوی پوتوں میں فرق یہ ہے کہ عالم صورت پوتوں نے اقبال کو بہت تنگ کیا تھا۔ انھیں کھانا کھانے نہیں دیتے تھے سونے نہیں دیتے اور کبھی کبھی ننگے پاؤں پلنگ پر رکھتے مطلب ایک لحاظ سے عالم پوتوں بہت ہی شرارتی اور بد اخلاق تھے کیونکہ نہ تو وہ کسی کی بات مانتے تھے اور نہ ہی کسی کو سکون سے رہنے دیتے تھے مگر اس کے برعکس معنوی پوتوں بہت ہی تمیز دار، سلیقہ مند اور اخلاق والے تھے وہ اقبال کی بات بھی سنتے اور عمل بھی کرتے جس کی وجہ سے وہ اقبال کو بہت یاد بھی آتے تھے

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ درسی کتاب میں موجود خطوط کے اہم نکات تفصیل سے سمجھائیں اور مختلف سوالات تیار کر کے طلبہ سے پوچھا جائے کہ کون سا سوال کس خط سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا جواب کیا ہے۔ طلبہ کو اِس بات کے لیے بھی تیار کریں کہ وہ خط میں موجود مجازی معانی کو ملحوظ رکھ کر حسنِ بیان کو سمجھ سکیں۔

(د)

فارغ بخاری کے مطابق اقوامِ متحدہ جا کر پطرس کی طبیعت پر کیا اثر ہوا؟ دو نکات تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کا جواب بہتر انداز میں تحریر کیا۔ سوال کا جواب مکمل دو نکات میں دیا۔ طلبہ کی جانب سے جو نکات سامنے آئے اُن میں سے چند نکات یہ رہے، مثلاً: 'پطرس کی اپنے ملک میں گزرنے والی زندگی کا ایک ایک پل خوشی کے لمحوں پر محیط تھا اور وہ زندگی کھل کر جی رہا تھا مگر پردیس کی ملازمت ان کو راس نہ آئی جس کی وجہ سے پطرس بیمار پڑ گئے اور بیماری نے بالا آخر ان کی جان لے لی۔ جس طرز کے دوست ان کو ملے تھے ان کی صحبت سے محروم ہوئے۔ دن رات کی مصروفیات کے سلیقے بدلے جس کی وجہ سے ان کو فکر لاحق ہوتی گئی۔ راتوں کو جاگنے اور قہقہوں بھری زندگی ایک سنجیدہ طرز کی زندگی میں تبدیل ہوئی۔'

طلبہ نے جواب لکھتے ہوئے ربط و تسلسل کو بھی قائم رکھا۔ دونوں نکات بہتر انداز میں پیش کیے۔

مثال نمبر ۱:

فارغ بخاری کے مطابق جو پطرس کی طبیعت میں جوش، مزاح اور چٹخارہ پن تو اقوامِ متحدہ جاکر
مان پڑ گیا کیونکہ انھیں اپنی طبیعت کے خلاف ہر وقت کام میں معروف رہنا پڑتا تھا۔ (۱) پطرس
ایک آزاد طبع شخصیت تھے لیکن اقوامِ متحدہ جاکر کیونکہ یاروں کی صحبت چھوٹ گئی لہٰذا ان
کی شخصیت کو زنگ لگتا گیا اور وہ اس آلودہ فضا میں گھٹتے رہے۔

مثال نمبر ۲:

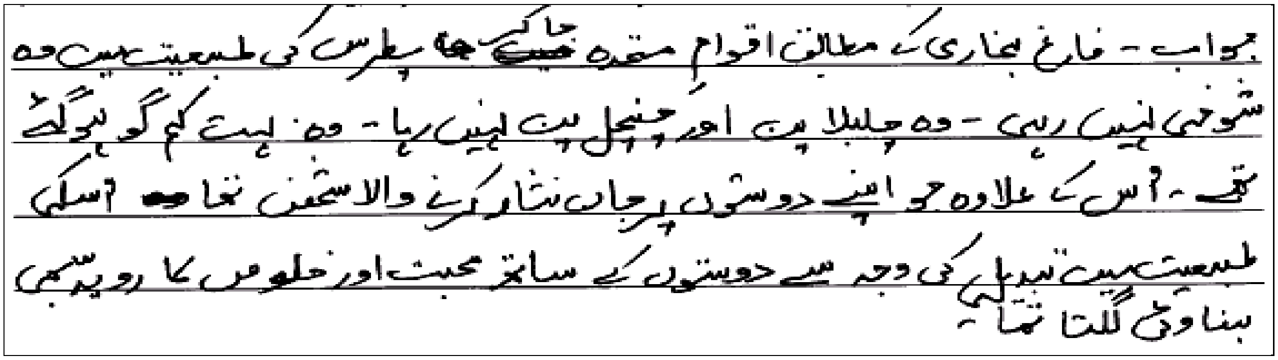
جواب - فارغ بخاری کے مطابق اقوام متحدہ جاکے پطرس کی طبیعت میں وہ شوخی نہیں رہی - وہ چلبلا پن اور چنچل پن نہیں رہا - وہ بہت کم گو ہوگئے تھے - اس کے علاوہ جو اپنے دوستوں پر جان نثار کرنے والا شخص تھا اس کی طبیعت میں تبدیلی کی وجہ سے دوستوں کے ساتھ محبت اور خلوص کا رویہ بھی بناوٹی لگتا تھا -

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کم تعداد ایسی بھی رہی جو اِس سوال کا جواب درست تحریر نہیں کر سکی۔ اپنی جانب سے ہی غیر متعلقہ اثرات تحریر کر دیے۔ طلبہ کے ذہن میں یہ رہا کہ پطرس مزاح نگار ہیں، تو اُن کی طبیعت کے حوالے سے ایسے اثرات تحریر کیے مثلاً: 'مشہور ہوگئے، شہرت حاصل ہوئی، خوشگوری آئی وغیرہ۔' یا پھر اقوامِ متحدہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے پطرس کے وہاں تقریر کرنے اور خطاب کرنے کی باتیں کرتے رہے۔ الغرض! سبق کے مطابق، پطرس کی طبیعت پر اقوامِ متحدہ جاکر ہونے والے اثرات تحریر کرنے سے قاصر ہی رہے۔ یہ تاثر ابھرتا ہے کہ شاید یہ ایسے طلبہ ہیں جو درسی کتاب کے اسباق پر خاص توجہ نہیں دیتے ہیں۔

مثال نمبر ا:

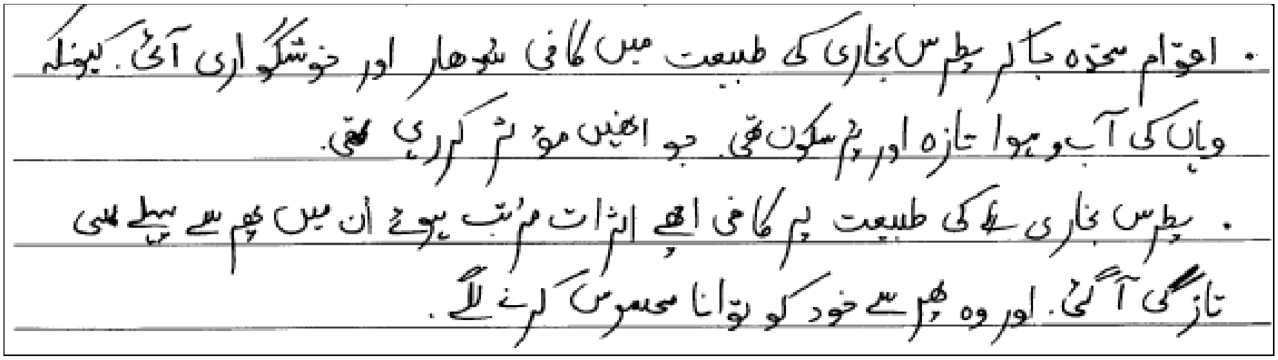
• اقوام متحدہ جاکر پطرس بخاری کی طبیعت میں کافی سدھار اور خوشگواری آئی. کیونکہ وہاں کی آب و ہوا تازہ اور پر سکون تھی. جو انہیں موثر کر رہی تھی.
• پطرس بخاری کی طبیعت پر کافی اچھے اثرات مرتب ہوئے اُن میں پہلے سے بھی تازگی آگئی. اور وہ پھر سے خود کو توانا محسوس کرنے لگے.

مثال نمبر ۲:

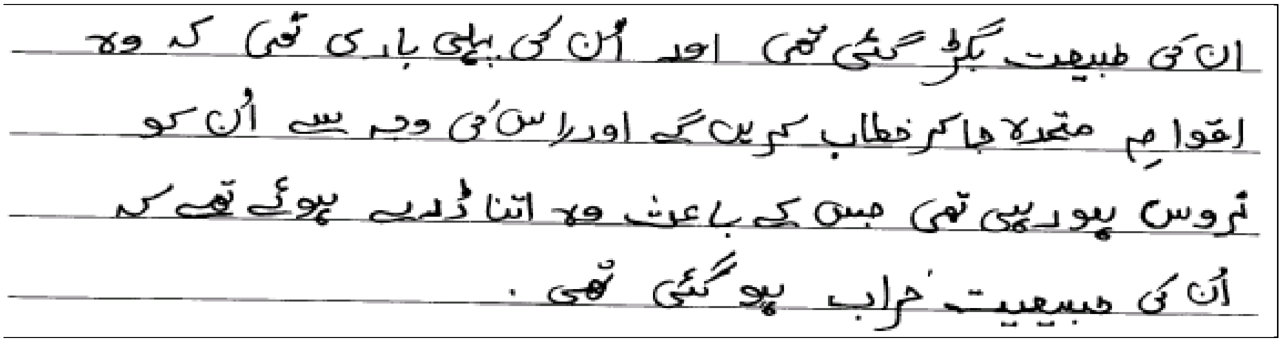

مثال نمبر ۳:

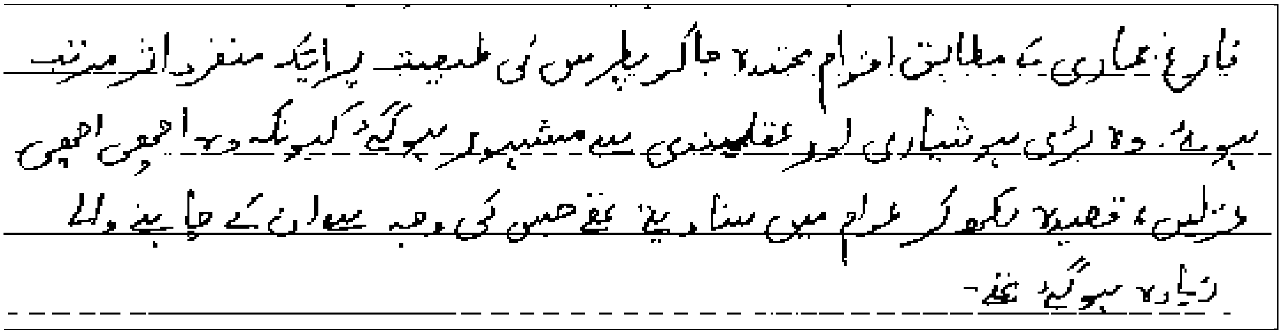

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ دورانِ تدریس 'مجموعۂ نظم ونثر' میں موجود اسباق کو تفصیل سے سمجھائیں۔ طلبہ کو اِس بات پر تیار کریں کہ وہ مکمل سبق پر توجہ دیں۔ کمرۂ جماعت میں املا کی بہتری کے لیے بھی سرگرمیاں ترتیب دی جائیں۔

(و)

'اگرچہ دہلی کے کھنڈر مسافر کے دامنِ دل کو کھینچتے ہیں مگر میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ ہر مقام کی سیر سے عبرت اندوز ہوتا۔ جو صفحۂ دل سے کبھی نہ مٹے گا۔'

درج بالا اقتباس میں اقبال نے دہلی کو کھنڈر کیوں کہا ہے؟ دو وجوہات بیان کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کارکردگی اِس سوال کے جواب میں اوسط رہی۔ جو طلبہ اِس سوال میں دی گئی عبارت کی روح کو سمجھ گئے انھوں نے بہتر انداز میں جواب تحریر کرتے ہوئے اقبال کا دہلی کو کھنڈر کہنے کی درست اور مکمل وجہ بیان کی، مثلاً: ’ درج بالا نثر پارے میں اقبال نے مسلمانوں کی غلامی کے دور میں دہلی کا دورہ کیا ہے اس لیے وہ ماضی میں اس شہر میں مسلمانوں کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے دہلی کو کھنڈر کہتے ہیں کہ اب ایسی عظیم الشّان سلطنت اور اس کو چلانے والی شخصیات کی باقیات ہی موجود ہیں۔ اب دہلی کے حالات ماضی کے شان و شوکت کے برعکس ہیں اور یہاں کا ہر مقام اس دور کی مسلمان قوم کے لیے عبرت کی نشانی ہے۔‘ طلبہ نے دی گئی سطور کا بھی بہتر انداز میں استعمال کیا۔

مثال نمبر ۱:

مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر علامہ اقبال نے دہلی کو کھنڈر کہا ہے:

۱۔ ماضی کے عظیم الشان و شوکت ادوار کی تاریخ دہلی کے در و دیوار میں چھپی ہوئی ہے اور یہاں بہت سارے ادوار کا آغاز ہوا ہے اور اسی پر ہی اختتام پذیر ہوئے ہیں۔

۲۔ یہ اپنے اندر عظیم بزرگوں، فلسفیوں، غازیوں، صوفیوں اور مذہبی پیشواؤں کی یادیں اور حکمرانوں کی مزاریں اور گنبد وغیرہ سمونے رکھا ہے اور بہت سارے ادوار کا مجموعہ اس میں بستا ہے۔

مثال نمبر ۲:

اقبال نے دہلی کو کھنڈر اس لیے کہا ہے کیونکہ یہاں بہت سارے راز دفن ہیں۔ یہاں مسلمانوں کے عروج کے وہ دن بھی، جب مسلمان آسمانوں کو چھوتے تھے۔ اور یہی وہ شہر ہے جس نے اس عظیم قوم کا زوال بھی دیکھا۔ یہی وہ شہر ہے جس میں مسلمانوں کے آباؤ اجداد دفن ہیں اور یہ شہر اپنے اندر بہت سارے تہذیبوں کو سمایا ہوا ہے۔ اور بہت سارے راز اس کے مٹی تلے دبے ہوئے ہیں۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی ایک تعداد ایسی بھی نظر آئی جو اس سوال کا جواب صحیح طور نہیں دے سکی۔ سوال کے ظاہری الفاظ کو سامنے رکھتے ہوئے جواب تحریر کر دیا۔ پسِ منظر سے یکسر غافل رہے۔ املا کی اغلاط اور غیر معیاری خط (لکھائی) سے بھی سامنا رہا۔

مثال نمبر ۱:

علامہ اقبال بہت مصروف انسان تھے اور ان کے پاس اتنا وقت نہیں
ہوتا تھا کہ وہ ہر کسی سے ملاقات کرتے۔ وہ بہت مصروف انسان
تھے۔ علامہ اقبال ہمیشہ مسلمانوں کی ترقی وخوشحالی کے خواب دیکھتے
تھے۔ اور ان ہی کا یہ خواب آج سچ ہو گیا اور مسلمانوں کو ایک ترقی
یافتہ ملک پاکستان حاصل ہوا۔

مثال نمبر ۲:

① کیونکہ دہلی میں زیادہ تر جاہل رہتے ہیں یعنی بے تعلیم۔
② کیونکہ دہلی بہت بڑا ہے اور اس کی آبادی کئی گناہ زیادہ ہے۔
③ کیونکہ دہلی میں اس وقت سیر کے لیے کوئی اچھی جگہ نہیں تھی۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو اِس حوالے سے بھی تیار کریں کہ وہ درسی کتاب کے کسی بھی اقتباس کو پڑھ کر یہ بتا سکیں کہ یہ اقتباس کس سبق کا جُزو ہے، اور پھر سیاق وسباق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اُس کی تشریح بھی تحریر کر سکیں۔ اساتذہ درسی کتاب کے سبق کی تدریس کے دوران ایسے مشقی صفحے بھی ترتیب دیں جس میں سیاق وسباق کے حوالے سے تشریح کی سرگرمی پر کام کیا گیا ہو۔

(ہ)

احمد ندیم قاسمی کے طرزِ تحریر کی دو خصوصیات وضاحت سے تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کا جواب درست تحریر کیا۔ ترکیب 'طرزِ تحریر' کو سمجھتے ہوئے جواب کو صحیح سمت لے گئے۔ طلبہ نے احمد ندیم قاسمی کی نثری طرزِ تحریر سے متعلق جو نکات تحریر کیے اُن میں یہ چند نکات قابلِ ذکر رہے، مثلاً: 'پنجاب کی دیہاتی زندگی، زندگی اور معاشرے کا شعور، جنگ عظیم کے اثرات، وسعت نظری، غیر جانبداری، انسانی نفسیات سے آگاہی، موضوعات کا تنوع، توازن اور غیر جانبداری۔'

طلبہ نے جواب کے لیے دی گئی سطور کا بھی اچھا استعمال کیا۔

مثال نمبر ۱:

۱. احمد ندیم قاسمی نے افسانہ 'مائیں' لکھا ہے۔ انہیں عورتوں کی زبانوں پر عبور حاصل تھا اسی لیے اُن کے افسانے میں عورت کے جذبات اور کردار کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ وہ جذبات نگاری عمدگی سے کرتے تھے۔

۲. دوسری خصوصیت یہ کہ ان کی تحریروں میں محاورات و ضرب الامثال کا استعمال خوبی کیا گیا ہے جس کے ذریعے انہوں نے معاشرتی مسائل پر سے پردہ اُٹھایا ہے۔

مثال نمبر ۲:

مقصدیت :- احمد ندیم کی کے افسانے مقصد سے بھرپور تھے انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرے کے حالات کو بیان کیا ہے

دیہاتی زندگی کی عکاسی :- احمد ندیم نے دیہاتی زندگی کے بارے میں بھی [illegible] بتایا ہے

مکالماتی :- اُن کے افسانوں میں مکالماتی انداز بھی پایا جاتا ہے

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی بہت کم تعداد ایسی بھی تھی جو اِس سوال کا درست جواب تحریر نہیں کر سکی۔ یہ سوال پرچے کے 'حصہ نثر' میں شامل تھا اور احمد ندیم قاسمی کی جو تحریر ہماری درسی کتاب کا حصہ ہے وہ ایک افسانہ بنام 'مائیں' ہے۔ جو کہ نثر سے تعلق رکھتا ہے۔ تو طلبہ نے احمد ندیم قاسمی کی تحریر کی نثری خوبیاں ہی بیان کرنی تھیں مگر کچھ طلبہ اِن کا اسلوبِ شعری بیان کرتے رہے۔ کچھ طلبہ نے تو ہماری درسی کتاب میں شامل اِن کے افسانے 'مائیں' کا مرکزی خیال بیان کر دیا۔ یعنی یہ ایسے طلبہ ہوں گے جو 'طرزِ تحریر' کے فہم سے ہی ناآشنا ہوں گے۔

مثال نمبر ۱:

احمد ندیم قاسمی کے طرزِ تحریر کی دو خصوصیات وضاحت درج ذیل ہیں۔
۱) احمد ندیم قاسمی اُردو ادب کے مشہور شاعر ہیں جنہوں نے اُردو ادب میں ایک اعلیٰ
مقام حاصل کیا ہے۔
۲) لوگ احمد ندیم قاسمی کی شاعری کو اس طرح پڑھتے کہ اُن کو دماغ حل ہی ان کی شاعری طرف
کھو جاتا ہے۔

مثال نمبر ۲:

۱) احمد ندیم قاسمی نے معاشرے کی برائی پر سے پردہ اُٹھایا اور وہ عورتوں کی بدزبانی
کے اوپر لکھا جس کی وجہ سے معاشرے پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔
۲) ماں اور بچے کے تعلقات کے بارے میں بتایا کہ خواہ بچہ کسی کا بھی ہو وہ اس
کی تکلیف سہہ نہیں پاتیں۔ بچوں کے معاملے میں بہت حساس ہوتی ہیں۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو کلمہ ٔامر یہ ’اسلوب بیان‘ کے ضمن میں لکھنے کا انداز، طرزِ بیان، طرزِ تحریر، ادبی سلیقے جیسے الفاظ کا فہم دیں۔
اساتذہ اسباق کی تدریس کے دوران شعرا اور ادبا کی مختصر سوانح سے واقفیت کے ساتھ ساتھ تحریر کی خصوصیات (اسلوب) بھی سمجھائیں۔

سوال نمبر2

(الف)

مضمحل ہو گئے قویٰ غالبؔ

وہ عناصر میں اعتدال کہاں

درج بالا شعر میں شاعر نے کس حقیقت کا ذکر کیا ہے؟ وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کثیر تعداد نے اِس سوال کا جواب عمدگی سے تحریر کیا۔ سوال کے مطابق جواب میں جملے تحریر کیے۔ طلبہ نے شعر کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے زندگی کی فطرت یعنی تغیر و تبدل کی حقیقت کی وضاحت کی۔ طلبہ کی جانب سے اِس طرح کے جوابات سامنے آئے کہ مثلاً: ’درج بالا شعر میں شاعر نے زندگی کی فطرت یعنی تغیر و تبدل کی حقیقت بیان کی ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ دنیا کا اصول ہی تغیر ہے کل کے طاقت ور آج کمزور ہیں اور کمزور کو طاقت ملی ہے، چیزیں بدلتی رہتی ہیں اور کائنات کی زندگی کا راز بھی اس تبدیلی میں مضمر ہے۔ زندگی میں طاقت، دولت اور شہرت سب عارضی ہیں، چیزیں ایک حال میں نہیں رہ سکتیں۔‘

طلبہ کے جانب سے بہترین الفاظ کا چناؤ نظر آیا۔ املا بھی بہتر رہا۔ دی گئی سطور کا بہتر انداز میں استعمال کرتے ہوئے جامع وضاحت تحریر کی۔

مثال نمبر ۱:

اس شعر میں شاعر نے زندگی کی سب سے بڑی حقیقت کا ذکر کیا ہے کہ انسان
جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کے اعضاء اور جسم کمزور ہو جاتے ہیں اور کسی
کام کے نہیں رہتے۔ اُن میں اب وہ چستی نہیں جو پہلے تھی۔ وہ اب کمزور ہو گئے ہیں
اور اُن کے اعضاء میں کمزور ہو گئے ہیں اور وہ کبھی بھی مر سکتے ہیں۔

مثال نمبر ۲:

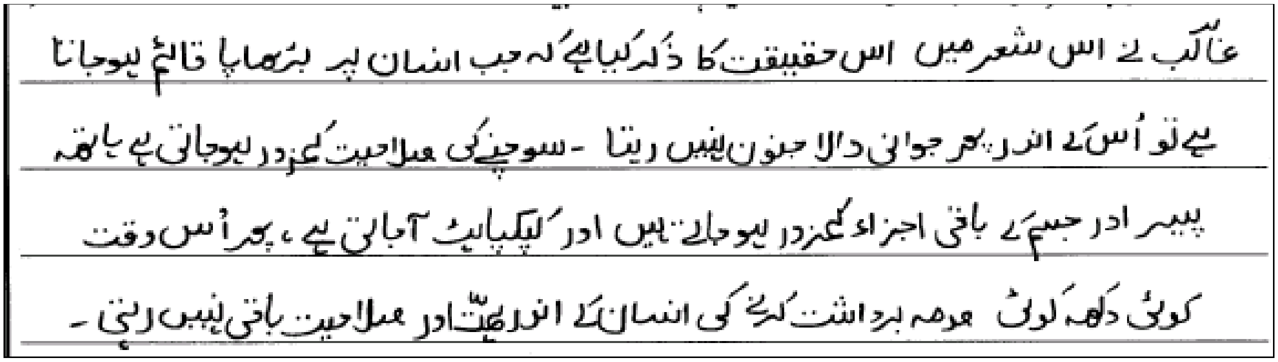

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کچھ تعداد ایسی بھی تھی جو اس سوال کا جواب بہتر انداز میں تحریر کرنے میں ناکام رہی۔ شعر کے مفہوم کو سمجھے بنا اُس کی وضاحت کرتے رہے۔ بعض طلبہ نے شعر کو فقط نثر میں تبدیل کیا تو بعض نے شعر میں موجود چند الفاظ کے معانی ہی تحریر کرنے پر اکتفا کیا۔ وضاحت میں بے ربط و مبہم سے جملے نظر آئے۔

مثال نمبر ۱:

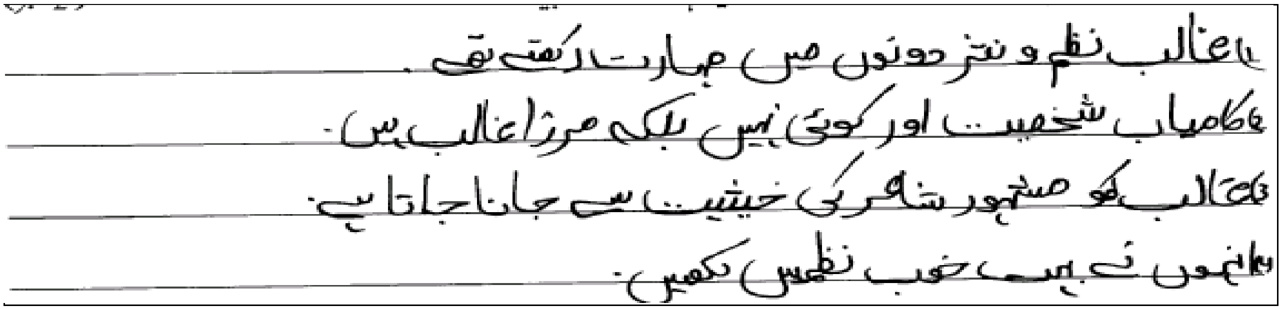

مثال نمبر ۲:

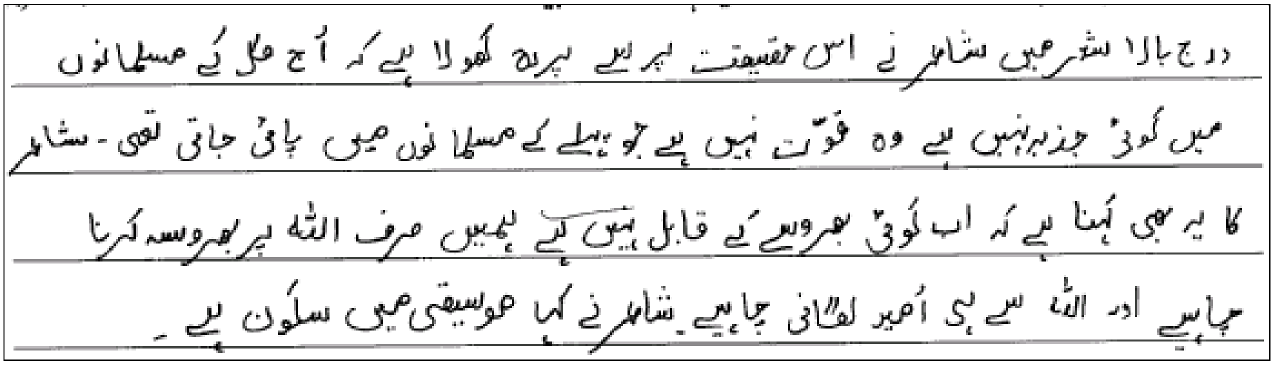

مثال نمبر ۳:

اس شعر میں شاعر نے اس بات کی حقیقت دی ہے کہ اگر انسان کا جذبہ اور یقین پکا ہو تو انسان ہر مشکل کام کو آسانی سے ~~کرواتا~~ کر لیتا ہے لیکن اگر انسان اکیلا ہے تو وہ وقت اس کے باری لگ ہو گا اور دیر سے بھی گزارے گا۔ اس شعر میں شاعر نے اپنی مثال دی ہے کہ جو الفاظ میں اپنے شعری استعمال کیے وہ لوگ آہستہ آہستہ سمجھائش ہو گا۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو نظم (غزل) کی تدریس کے دوران تشریح سے قبل شعر کا مفہوم واضح طور پر سمجھائیں۔ شعر میں موجود الفاظ کے معانی سمجھاتے ہوئے لغوی واصطلاحی اور مفہومی تقسیم پر خاص طور پر توجہ دی جائے۔ شاعر کا اسلوب بھی مدِ نظر رکھا جائے۔

(ب)

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

زنداں میں بھی شورش نہ گئی اپنے جنوں کی
اب سنگ مداوا ہے اس آشفتہ سری کا

درج بالا اشعار کا موازنہ کیجیے۔ اس موازنے کے نتیجے میں اخذ کی جانے والی میر تقی میرؔ کی دو متضاد شاعرانہ خصوصیات بیان کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ نے اِس سوال کا جواب طرزِ سوال کو سمجھتے ہوئے واضح و جامع طور پر تحریر کیا۔ کلمہ ٔامریہ 'موازنہ کرنا' کے اصول کو اپنایا اور دونوں اشعار کا موازنہ کرتے ہوئے سوال کے مطابق دو متضاد شاعرانہ خصوصیات کو جواب کا حصہ بنایا۔ طلبہ کی جانب سے اِس طرح کے نکات پیش کیے گئے کہ مثلاً: 'درج بالا اشعار میرؔ کی شاعری کی سادگی اور مشکل پسندی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ پہلا شعر سادہ اور عام فہم ہے۔ جب کہ دوسرا شعر فارسی تراکیب و اصطلاحات کی بنا پر پیچیدہ اور سمجھنے کے لیے بھی مشکل ہے۔

معنی و مفہوم کے حوالے سے بھی دونوں اشعار میں کافی فرق ہے جیسا کہ پہلے شعر میں جذبات کے حوالے سے دھیما پن واضح طور پر نظر آتا ہے جب کہ دوسرے شعر میں جنون اپنے جوبن پر ہے اور جذبات کی شدت سے عکاسی کی گئی ہے۔

پہلے شعر میں حقیقت نگاری کی خوبی نمایاں ہے جب کہ دوسرے شعر میں مبالغہ آرائی کا عنصر نمایاں ہے۔'

اکثر طلبہ کی جانب سے جواب میں بہترین الفاظ کا چناؤ دیکھا گیا۔ خوش خطی بھی نظر آئی۔ املا کی اغلاط بھی کم ہی رہیں۔

مثال نمبر ا:

مندرجہ بالا اشعار میں شاعری کی دو متضاد شاعرانہ خصوصیات مندرجہ ذیل ~~پہلی~~ ہیں:

۱۔ پہلے شعر میں میر تقی میر مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں اور وہ بیزاریت اور اضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہیں جبکہ دوسرے شعر میں شاعر ثابت قدم ہیں اور ان کو اپنی محبت پر بھروسہ ہے۔

۲۔ دوسرے شعر میں انھوں نے مبالغہ آرائی ~~سے~~ بہت استعمال کی ہے جبکہ پہلے شعر میں انھوں نے سادہ الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

مثال نمبر ۲:

میر پہلے شعر میں جنونی کیفیت کا ابتدائی دور بتا رہے ہیں کہ وہ محبوب کے در کے چکر کاٹ کاٹ
کر چیخ چیخ کے گزر رہا ہے جبکہ دوسرے شعر میں اس جنون کو ختم کرنے کا حل بتا رہے ہیں کہ سنگ سار
کرنے کے علاوہ عشق کا کوئی مداوا نہیں۔ پہلے شعر میں میر نے سادہ الفاظ کا استعمال کیا ہے جبکہ
دوسرے میں علم البیان اور مشکل الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے بات کو خوبی بیان کی ہے۔ اس کے
علاوہ پہلے شعر میں رنج و غم کی تصویر کشی خوب انداز میں کی ہے جبکہ
دوسرے شعر میں بہترین انداز میں حل پیش کیا۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی ایک تعداد ایسی بھی رہی جس نے اِس سوال کا جواب، پوچھے گئے سوال کے برعکس تحریر کیا۔ ایسے طلبہ سوال کو مکمل طور پر سمجھے بغیر، بس اشعار کو دیکھ کر اشعار کی تشریح بیان کرتے رہے۔ یا پھر سوال میں کلمہ امر یہ 'موازنہ کرنا' کو نہیں سمجھ سکے اور دیے گئے اشعار میں شاعرانہ خصوصیات کا موازنہ کیے بنا میر تقی میر کی عمومی شاعرانہ خصوصیات تحریر کرنا سوال کا مطلوب جانا۔ املا کی اغلاط اور شکستہ خط (لکھائی) بھی ایسے طلبہ کے جواب کا جُزو رہا۔

مثال نمبر ا:

میر تقی میر کا لب و لہجہ بہت اچھا اور سلیس تھا۔
انھوں نے سیاسی لوگوں کے بظاہر چھپے ہوئے واقعات کو شاعرانہ طور پر
استعمال کیا ہے۔
میر تقی میر نے اپنی لکھی ہوئی غزلوں میں غم کا اظہار کیا ہے۔
میر تقی میر کو شاعری پر بہت قدرت حاصل ہے۔
سادگی ان کی زبان کا اہم جزو ہے۔

مثال نمبر ۲:

۱) میر تقی میر اُردو ادب کے بہت مشہور شاعر ہیں ان کی شاعری میں
لوگوں کے احساس، محبت، خدا سے معافی مانگنا اور شکوہ سب شامل
ہیں۔
۲) میر تقی میر صوفیانہ شاعر ہیں جنھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنے
~~خیالات~~ لوگوں کو زندگی گزارنے کا اصل مقصد بتایا اور خدا سے شکوہ
~~مشر~~ معافی مانگنے کی تشبیہ دی ہے۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ غزل کی تدریس کے دوران طلبہ کو شاعر کی شاعرانہ خصوصیات سمجھاتے ہوئے ہر شعر کو علیحدہ طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے سمجھائیں۔
کلمہ ٔامریہ ٔ'موازنہ کرنا' کے فہم سے بھی طلبہ کی آشنائی ضروری ہے ورنہ سوال کا مطلوب حاصل نہیں ہو سکے گا۔

(ج)

پلک جھپکتے ہی دنیا اُجاڑ دیتی ہے
وہ بستیاں جنھیں بستے زمانے لگتے ہیں

درج بالا شعر میں کون سی صنعت استعمال کی گئی ہے؟ نیز بتایئے وہ کون سے الفاظ ہیں جن کے ذریعے اس صنعت کی نشان دہی کی گئی ہے؟

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کے سوال میں عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ طلبہ نے شعر میں موجود 'صنعتِ تضاد' کی پہچان بھی کی اور اُن الفاظ 'اُجاڑ اور بستے' کی نشان دہی بھی کی۔ کچھ طلبہ نے صنعتِ تضاد کی تعریف کو بھی جواب میں شامل کیا۔ جبکہ صنعت کی تعریف بیان کرنا سوال کا جزو نہیں تھا۔

مثال نمبر ۱:

اس شعر میں تضاد کی صنعت استعمال ہوئی ہے ۔
اس میں اجاڑ اور بسنے ایک دوسرے کے متضاد ہیں ۔

مثال نمبر ۲:

اس شعر میں صنعت تضاد استعمال کی گئی ہے جس کے معانی ہے ایک شعر میں
دو ایسے الفاظ استعمال کیے گئے ہوتے جو ایک دوسرے کی الٹ ہو جیسا کہ اس
شعر میں اُجاڑ اور بسنے استعمال کیے گئے ہیں ۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی بہت کم تعداد ایسی بھی تھی جو اِس سوال کا درست جواب نہیں دے سکی۔ بعض طلبہ اِس شعر میں موجود صنعت کی پہچان اور نشان دہی کرنے سے قاصر رہے۔اور کچھ طلبہ نے تو سوال سمجھے بغیر جواب میں اِس شعر کی تشریح یا نثر تحریر کر ڈالی۔

مثال نمبر ۱:

درج بالا شعر میں شاعر نے مصیبتوں / سائل کو طوفان سے تشبیہ دی ہے کروں اپنے پیچھے
تباہی کر دیتی اور خوشیوں کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ بستیوں کو خوشیوں سے تشبیہ دی ہے۔
جگمگاتے ہیں یعنی کچھ لمحوں میں ہی ۔ استعارہ بھی ہے ۔ شہر / جگرا / بستی کا کیا حال ہوتا
ہے جب طوفان آتا ہے ویسے ہی مصیبتوں پر انسان کی حالت ایسی ہو جاتی ۔

مثال نمبر ۲:

اس میں تلمیح استعمال ہوئی ہے کیوں کہ اس میں پلک جھپکتے ہو
استعمال ہوا ہے یعنی منٹوں میں۔

(د)

حضورِ یار ہوئی دفترِ جنوں کی طلب
گرہ میں لے کے گریباں کا تار تار چلے

شاعر کا حوالہ دیتے ہوئے درج بالا شعر کی تشریح کیجیے اور خط کشیدہ الفاظ کے مفہوم کی وضاحت بھی کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کے تینوں جُزو کا جواب تحریر کرتے ہوئے شاعر کا حوالہ بھی دیا اور شعر کی تشریح کرتے ہوئے 'غزل' کے قدیم موضوع کو ذہن میں رکھنے کے ساتھ ساتھ فیض احمد فیض کے اسلوب اور اور اُن کے 'ترقی پسند تحریک' سے تعلق کو بھی ملحوظ رکھا۔ طلبہ کی جانب سے کچھ اِس طرح کی تشریحات سامنے آئیں، مثلاً: '(۱) اس شعر میں شاعر فیض احمد فیضؔ نے اپنی محبت اور عشق کی شدت کی بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ میرے محبوب نے اپنی محبت میں میری دیوانگی سے متعلق تفصیلات و حقائق پیش کرنے کو کہا تو میں اپنے ہاتھ میں اپنے پھٹا ہوا گریبان لے کر گیا کہ دیکھ لے میری دیوانگی کا یہ عالم ہے۔ کیوں کہ کسی سے شدید محبت ہونے کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ بھول جائے اور محبوب کے لیے دیوانہ ہو جائے۔

(۲) شاعر اپنے وطن کی محبت میں دیوانگی تک جا چکا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میرے محبوب وطن نے مجھ سے میری محبت کا ثبوت مانگا تو میں وہ تمام زخم لے کے گیا جو اس کی محبت کو نبھاتے نبھاتے مجھے لگے ہیں۔ فیض نے اپنی دھرتی کی بقا کی خاطر زنداں کی سختیاں بھی برداشت کی ہیں اور آمروں سے ڈٹ کے بغاوت کی ہے۔'

طلبہ نے تیسرے جُزو، شعر میں موجود خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت یوں کی جس کا لُبِ لباب ہے کہ مثلاً!: 'دفترِ جنوں سے مراد شوق و عقیدت یا عشق کی انتہا کی تفصیلات ہیں۔'

طلبہ کی جانب سے جواب میں بہترین الفاظ کا چناؤ بھی نظر آیا۔ طلبہ نے جواب کے لیے دی گئی سطور کا خاطر خواہ استعمال کیا۔

مثال نمبر۱:

حوالہ :- یہ شعر فیض احمد فیض کی غزل سے لیا گیا ہے۔
تشریح :- شاعر کہتے ہیں کہ جب میرا محبوب سے سامنا ہوا تو اس کی بات نے مجھے بڑی تکلیف دی شاعر
پریشانی اور دکھ و غم کی حالت میں کہتے ہیں کہ جب محبوب کے سامنے پیشی ہوئی تو اس نے گویا مجھے ایک
کٹہرے میں کھڑا کر دیا اور مجھ سے میری محبت کا ثبوت مانگا۔ مجھے بے حد غصہ آیا۔ ایک میں تھا جس نے
محبوب کی محبت میں اپنے تمام غم بھلا دیا تھا اور تمام جو تکلیفیں جھیلی تھیں انہیں بھلا چکا تھا لیکن اس
نے جب مجھ سے محبت کا ثبوت مانگا تو میں نے اسے اپنے دامن میں لگے وہ تمام بدنامی کے داغ دکھا دیے جو اس
کی محبت کے عوض مجھے ملے تھے۔ میں نے وہ تمام ذلت دکھائی جو میں نے اس کے لیے سہی تھی۔ دفترِ جنوں سے
مراد ہے ثبوت محبت کا۔ جنوں یعنی عشق کی کیفیت میں جوش ہونا اور دفتر سے مراد کاغذات یا حقیقت ثبوت

مثال نمبر۲:

~~اس شعر~~ حوالہ : یہ شعر فیض احمد فیض کی غزل سے لیا گیا ہے۔
~~اس~~ تشریح : اس شعر میں شاعر فرماتے ہیں کہ ان کے محبوب نے جب ان سے ان
کی محبت کے دستاویز یعنی ثبوت طلب کیے تو اس کے اس اظہار پر وہ اسے اس بات
کے جواب میں اسے وہ ہر غم، نقصان پیش کرینگے جس جو ان کی ذات کو پہنچا ہے
جو تکلیفیں انہوں نے محبت کے جنوں میں برداشت کی ہیں بلکہ ان کی بے عزتی و بدنامی
بھی ہے ان کی محبت کا ~~اس~~ کے جنون کا ثبوت ہے۔
دفترِ جنوں سے مراد ہے دستاویزِ جنون مطلب ثبوت محبت کے جنون کا۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کچھ تعداد ایسی بھی رہی جو اِس سوال کا جواب صحیح تشریح کرتے ہوئے نہیں دے سکی۔ ایسے طلبہ نے نہ تو صنفِ سخن 'غزل' کو مدِ نظر رکھا اور نہ ہی شاعر کے اسلوب کو۔ جس کے سبب شعر کا مفہوم ہی نہیں سمجھ سکے کہ صحیح سمت تشریح کو لے جاتے۔ بعض طلبہ تو اِس شعر کے شاعر کا حوالہ تک بھی نہیں دے سکے اور شعر میں موجود خط کشیدہ الفاظ کے مفہوم کی وضاحت سے قاصر رہے۔ املا کی اغلاط اور شکستہ خط (لکھائی) بھی بہت سے جوابات میں نظر آیا۔

مثال نمبر ۱:

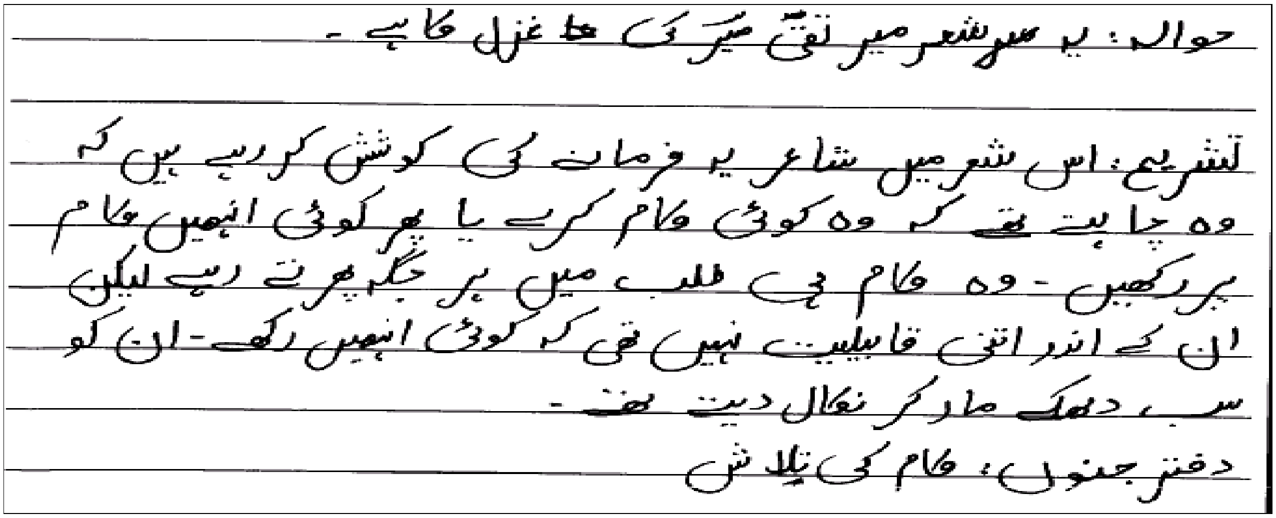
حوالہ: یہ شعر میر تقی میر کی غزل کا ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر یہ فرمانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ
وہ چاہتے تھے کہ وہ کوئی کام کرے یا پھر کوئی انہیں کام
پر رکھیں۔ وہ کام کی طلب میں ہر جگہ پھرتے رہے لیکن
ان کے اندر اتنی قابلیت نہیں تھی کہ کوئی انہیں رکھے۔ ان کو
سب دھکے مار کر نکال دیتے تھے۔
دفترِ جنوں: کام کی تلاش

مثال نمبر ۲:

حوالہ: مندرجہ بالا شعر ~~غزل~~ میر درد کی غزل سے لیا گیا ہے۔

تشریح: اس شعر میں شاعر دکھ میں ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے ہمیشہ
رہنے والی نہیں ہے۔ موت سب کو آنی ہے اور یہ طے ہے کوئی بھی اس سے نہیں بچ
سکتا۔ شاعر کہتے ہیں کہ انکی محبوب اُنکو چھوڑ کر چلی گئی وہ بہت اکیلے
ہیں اب ان کا اگر کوئی ہے تو صرف اللہ ہے۔ وہ اللہ کی ڈور کو اب ہاتھ سے
کبھی نہیں جانے دیں گے۔ شاعر کا کہنا یہ بھی ہے کہ صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا
چاہیے اور دینِ اسلام ہی ہمارا مرکز ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محبوبہ کی محبت میں اُن
کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اُن کا گریبان پھٹ گیا ہے بس اُن سے اور برداشت نہیں ہوتا

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو تشریح اور مفہوم کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ تشریح کے حوالے سے یہ طریقہ بھی سودمند رہے گا کہ تشریح کرنے سے قبل شاعر کا اسلوب اور ساتھ ہی نظم یا غزل کا غالب مرکزی خیال سامنے رکھا جائے اور پھر شعر یا بند کے ظاہری معانی کیے جائیں، پھر اِس کے پوشیدہ بنیادی خیال کو سمجھ کر تشریح کی جانب جایا جائے۔ تشریح کرتے وقت دونوں مصرعوں میں ربط پیدا کرنے کے حوالے سے بھی رہنمائی کرنی چاہیے۔

(و)

پھر خام کرنے لگتی ہے اس کو ہوائے شام
جب دوپہر کی دھوپ میں پکتا ہے آسماں

درج بالا شعر کا بنیادی نکتہ کیا ہے؟ اور اس کی وضاحت کس مثال سے کی گئی ہے؟ تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کو بہتر انداز میں سمجھتے ہوئے اچھے جوابات تحریر کیے۔ طلبہ نے شعر کا بنیادی نکتہ بھی بیان کیا اور بنیادی نکتے کی وضاحت شعر میں موجود مثال سے بھی واضح کی۔ طلبہ کی جانب سے کچھ اِس طرح کے جوابات سامنے آئے، مثلاً:' درج بالا شعر کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ہر مشکل وقت کا اختتام خوشگوار حالات پر ہی ہوتا ہے۔تکلیف جھیلنے کے بعد سکون مہیا کرنے والی آسانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔شاعر نے شعر کے بنیادی نکتے کی وضاحت کے لیے آسماں کی مثال دی ہے کہ چلچلاتی دھوپ میں دن بھر حرارت میں پکا ہوا آسماں شام کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ قدرت نے حالات سے گھبرانے والوں کے لیے یہ زندہ مثال دی ہے تاکہ اس حقیقت کو روزانہ محسوس کریں اور مایوس نہ ہوں۔'طلبہ کی جانب سے اچھے جوابات میں عمدہ الفاظ کا انتخاب بھی نظر آیا۔

مثال:

اس شعر میں زمین و آسمان کی مثال دیتے ہوئے انسان کو ایک اہم بات سمجھانے کی کوشش کی گئی
ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جس طرح دوپہر کی تپتی دھوپ سے زمین و آسمان تپ جاتے ہیں یہ انکے
لیے کٹھن مرحلہ ہوتا ہے مگر شام میں جب سورج غروب ہونے کو ہوتا ہے تو یہ گرمی بھی
ختم ہو جاتی ہے اور راحت واپس آجاتی ہے اسی طرح انسان کی زندگی میں بھی ایسا وقت آتا ہے
جو بہت مشکل ہوتا ہے اور اس وقت انسان آزمایا جاتا ہے پھر اس برے وقت کے بعد اچھا
وقت بھی ضرور آتا ہے اور انسان کو سکون اور راحت ملتی ہے۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کچھ تعداد ایسی بھی رہی جو اِس سوال کو سمجھنے سے ہی قاصر رہی اور سوال سمجھے بغیر ہی جواب تحریر کرنے لگی۔ بعض طلبہ نے تو شعر کی نثر تحریر کرنا ہی سوال کا مطلوب جانا۔ ایسے طلبہ بھی تھے جو شعر کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکے اور غیر متعلقہ نکات تحریر میں آتے رہے جو کہ دی گئیں امثال میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ کچھ جوابات میں املا اس قدر خراب تھا کہ تحریر پڑھنا ہی دشوار تھا۔

مثال نمبر۱:

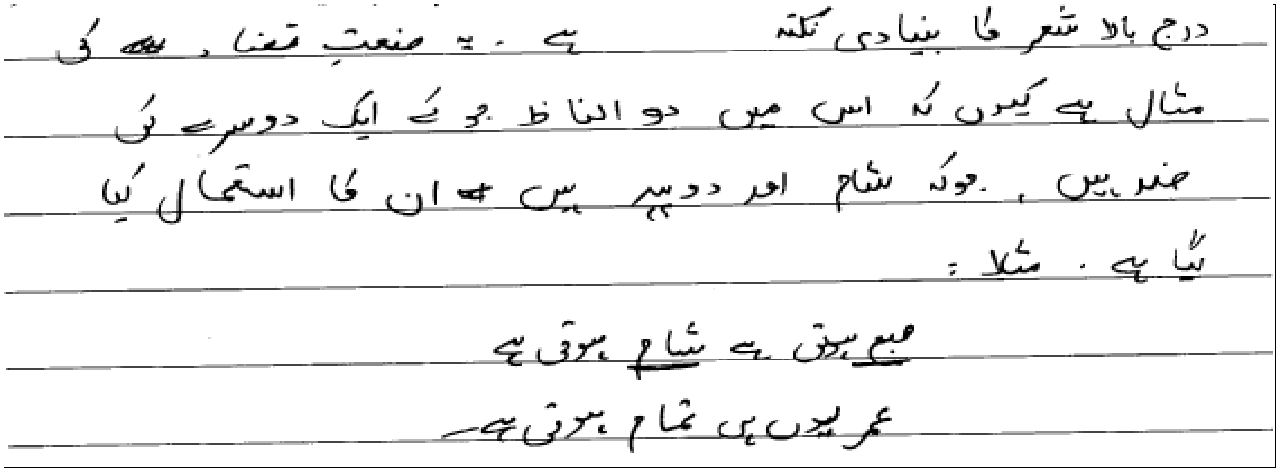
درج بالا شعر کا بنیادی نکتہ ہے ۔ یہ صنعتِ تضاد ، کی
مثال ہے کیوں کہ اس میں دو الفاظ جو کہ ایک دوسرے کی
ضد ہیں ، جوکہ شام اور دوپہر ہیں ان کا استعمال کیا
گیا ہے ۔ مثلاً :
صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

مثال نمبر۲:

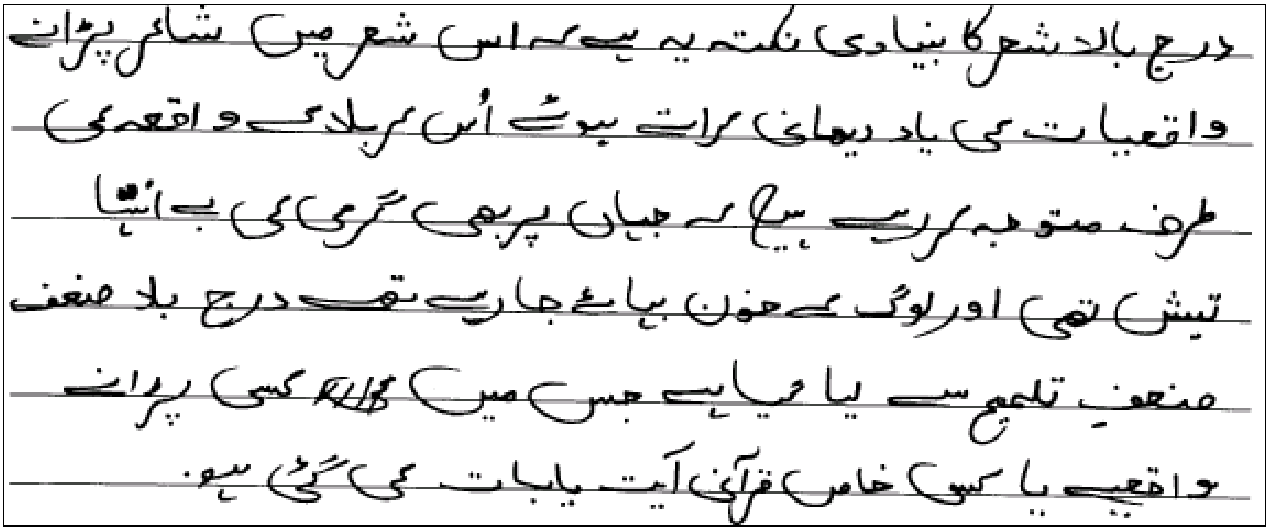
درج بالا شعر کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس شعر میں شاعر پرانے
واقعیات کی یاد دہانی کراتے ہوئے اُس کربلا کے واقعہ کی
طرف متوجہ کر رہے ہیں کہ جہاں پر بھی گرمی کی بے انتہا
تپش تھی اور لوگ بے خون بہائے جا رہے تھے درج بالا صنعت
صنعتِ تلمیح سے لیا گیا ہے جس میں کسی پرانے
واقعے یا کسی خاص قرآنی آیت یا بات کی گئی ہو۔

(ہ)

شور برپا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی

درج بالا شعر میں علم بدیع کی کون سی صنعت اور علم بیان کی کون سی اصطلاح استعمال ہوئی ہے؟ دونوں کی وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کارکردگی اِس سوال کے جواب میں اوسط رہی۔ درست جوابات جو سامنے آئے اُن میں طلبہ نے شعر میں موجود علم بدیع کی صنعت 'حسنِ تعلیل' اور علم بیان کی اصطلاح 'تشبیہ اور استعارہ' کی پہچان بھی کی اور اِن کی وضاحتیں بھی تحریر کیں۔ طلبہ کی طرف سے کچھ اِس انداز میں جوابات سامنے آئے، مثلاً: '**حسنِ تعلیل:** اس شعر میں شاعر نے اپنی دلی کیفیات بیان کرتے ہوئے حسن تعلیل کا استعمال کیا ہے کہ ان کے دل میں جذبات واحساسات کا ایک ہنگامہ برپا ہے اور ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی دیوار سی گری ہے۔ دل کی دیواریں حقیقت میں نہیں ہوتیں اس لیے یہ حسن تعلیل ہے۔ **تشبیہ:** کسی شے کو کسی دوسری شے کی خاصیت رکھنے کے سبب اُس شے کی مانند، مثل، طرح وغیرہ کہنا 'تشبیہ' کہلاتا ہے۔ دیوار سی گرنے میں حرفِ تشبیہ کا استعمال ہے اس لیے استعمال ہونے والی صنعت تشبیہ ہے۔ **استعارہ:** شعر کے پہلے مصرعے میں دل کو خانہ (گھر) کہا گیا ہے جو کہ استعارہ ہے، یعنی کسی کو کسی خاصیت کی وجہ سے اصلاً خاصیت رکھنے والی کسی شے کا نام ہی مستعار دے دیا جائے، تو وہ استعارہ کہلاتا ہے۔ دل تو جسم کا ایک حصہ ہے اور خانہ (گھر) تو وہ جگہ وہ مکان ہے جہاں قیام کیا جاتا ہے اور یہاں شاعر نے دل کو خانہ (گھر) کے نام سے پکارا ہے۔'

طلبہ کے اچھے جوابات میں ذخیرۂ الفاظ اور ربط و تسلسل بھی نظر آیا۔ طلبہ نے جواب کے لیے دی گئی سطور کا بہتر انداز میں استعمال کیا۔

مثال:

درج بالا شعر میں علم بیان کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ ہے تشبیہ ۔ کسی چیز کو دوسری چیز سے مماثلت دینا یا ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند قرار دینا جس میں حروف تشبیہ بھی شامل ہو تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً اس شعر میں "سی" کا لفظ استعمال کرکے شاعر نے اپنے دل میں پیدا ہوئی پریشا[redacted]نی کے شور کو دیوار کے گرنے کی آواز سے تشبیہ دے کر اپنی بات میں وزن ، شدّت اور حسن پیدا کیا ہے۔ اس شعر میں علم بدیع کی صنعت حسنِ تعلیل استعمال ہوئی ہے۔ اس صنعت کے ذریعہ شاعر کسی کام یا رویّہ یا عمل کی کوئی ایسی وجہ بیان کرتا ہے جو حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی لیکن اس کا بیان کرنے کا انداز اتنا دلکش اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے کہ وہ وجہ حقیقی / سچی لگتی ہے۔ مثلاً اس شعر میں اپنے دکھوں کے شور کو جو دل میں مچا ہے اُس کی وجہ بیان کی کہ جیسے کوئی سانحہ پیش آیا ہو اور دیوار گری ہو جس میں لوگوں میں ہلچل مچی ہے اور خوف پھیل جاتا ہے کچھ ایسی حالت ہے میرے دل کی ۔ صنعت تناسب بھی ہے کیونکہ شور اور گرنے کو آپس میں تعلق حاصل ہے۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی ایک تعداد ایسی بھی رہی جو اِس سوال کا درست جواب تحریر نہیں کر سکی۔ یہ ایسے طلبہ محسوس ہوئے جو سوال کو سمجھے بغیر ہی جواب تحریر کرنے لگے ہوں گے۔ کیوں کہ ایسے طلبہ شعر میں علم بدیع اور علم بیان کو پہچان کر وضاحت کرنے کے بجائے شعر کی نثر یا تشریح تحریر کر گئے اور بعض نے صنفِ سخن 'غزل' کی تعریف ہی بیان کر ڈالی۔ اور کچھ نے 'قافیہ و ردیف اور مطلع و مقطع وغیرہ' کی تعریف پیش کرنے کی کوشش کی۔ جملوں میں ربط و تسلسل کا بھی فقدان نظر آیا۔

مثال نمبر ۱:

اس شعر میں شاعر یہ بتا رہے ہیں کہ میرے ساتھ بھی بہت برا ہوا ہے
اور میرے دل میں درد سی ہو رہی ہے کہ جیسے کسی نے میرے اوپر دیوار
گرا دی ہو اور میں اس میں دب گیا ہوں۔ کیونکہ میری زندگی میں اتنی
تکلیفیں آئی ہیں کہ اب میں اپنے آپ کو بہت کمتر محسوس کرنے لگا ہوں
میں نے اتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں کہ اب میری ہمت ختم ہو گئی
ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے دل پر کسی نے کوئی
دیوار گرا دی ہو اور مجھے پریشانیوں اور تکلیفوں کے قید
خانے میں بند کر دیا ہو۔ اور میری زندگی میں تکلیفیں ہی نکم دی گئی
ہوں۔

مثال نمبر ۲:

یہ علم بیان کی غزل اصطلاح ہے۔ غزل میں پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں جس
میں دونوں شعر کا ایک قافیہ ہوتا ہے جبکہ پوری غزل کا ایک قافیہ ہونا
ضروری نہیں۔ اختتامی شعر کو مقطع کہتے ہیں جس میں شاعر اپنا تخلص
استعمال کرتے ہیں۔ غزل زیادہ تر چار سے زیادہ شعروں پر مشتمل ہوتی ہے۔

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو علم بیان اور علمِ بدیع (تادمِ تحریر شاملِ نصاب 'تشبیہ، استعارہ، حسنِ تعلیل، تلمیح، تضاد اور مبالغہ) کی اصطلاحات وصنعتوں کی تعریفات سمجھانے کے ساتھ ساتھ اِن کے درمیان فرق کی بھی مشق کروائیں۔ طلبہ کے لیے ایسے مشقی صفحے تیار کیے جائیں جن میں علمِ بیان اور علمِ بدیع کی اصطلاحات وصنعتوں کی نشان دہی کرنے کی سرگرمی موجود ہو اور پھر طلبہ کو کمرۂ جماعت میں ہی گروہوں (Groups) میں تقسیم کیا جائے اور پھر اِن کی نشان دہی کرنے کو کہا جائے۔

(ی)

کیا کہوں دیدہ تر یہ تو مرا چہرہ ہے
سنگ کٹ جاتے ہیں پارس کی جہاں دھار گرے

درج بالا شعر کی تشریح کیجیے۔

(توجہ فرمایئے! درسی کتاب میں شامل اِس غزل کے دوسرے مصرعے میں لفظ 'پارس' موجود ہے، جس کے لغوی معنی ہیں 'پتھر کی ایک قسم'۔ جن طلبہ نے اِس معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے تشریح تحریر کی ہے، اُن کا جواب تو درست مانا ہی گیا ہے۔ مگر! تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ یہ لفظ دراصل 'پارس' نہیں بلکہ 'بارش' ہے۔ تو جس نے اِس حوالے سے بھی تشریح کی ہے تو اُسے بھی درست مانا گیا ہے۔ اور ہاں! آج سے یہ لفظ درسی کتاب میں بھی 'پارس' سے 'بارش' میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اساتذہ سے گزارش ہے کہ اِس لفظ کی درستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِس شعر کی تدریس کی جائے۔)

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ نے اِس سوال کے جواب میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جامع انداز میں تشریح تحریر کی گئی۔ تشریح کرتے ہوئے عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا گیا جو کہ دی گئیں امثال میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ املا کی اغلاط بھی کم نظر آئیں۔ جواب کے لیے دی گئی سطور کا بھی خاطر خواہ استعمال کیا گیا۔

مثال نمبر ۱:

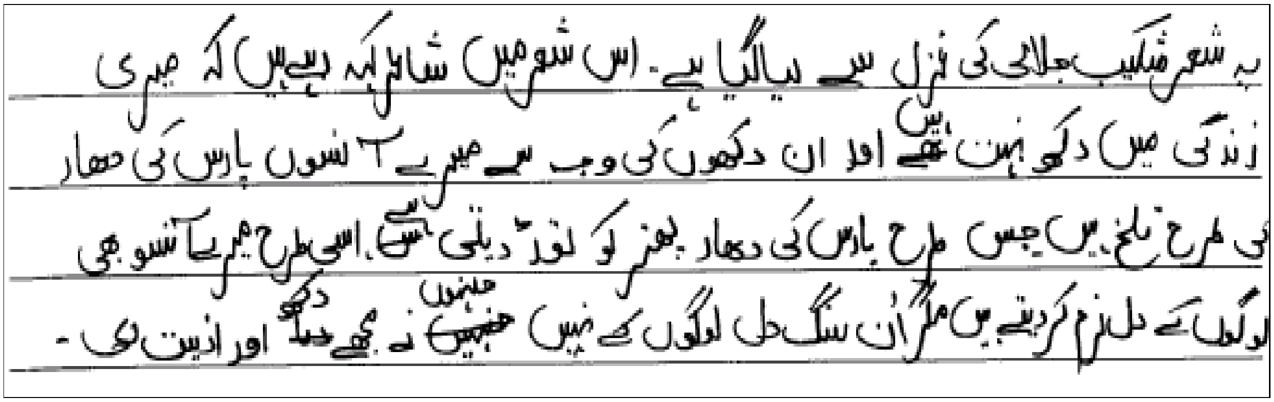
یہ شعر شکیب جلالی کی غزل سے لیا گیا ہے۔ اس شعر میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ میری
زندگی میں دکھ بہت ہیں اور ان دکھوں کی وجہ سے میرے آنسوں پارس کی دھار
کی طرح تلخ ہیں۔ جس طرح پارس کی دھار پتھر کو توڑ دیتی ہے۔ اسی طرح میرے آنسو بھی
لوگوں کے دل نرم کر دیتے ہیں مگر ان سنگ دل لوگوں کے نہیں جنھوں نے مجھے دکھ اور اذیت دی۔

مثال نمبر ۲:

یہ شعر شکیب جلالی کی غزل سے لیا گیا ہے۔ اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنی مشکلات اور پریشانیاں دیکھی ہیں کہ یہ روئی صورت میرا مستقل چہرہ بن چکی ہے۔ شاعر اس شعر میں پارس کو اپنی زندگی کی مشکلات اور پریشانیوں سے تشبیہہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں کتنا ہی مضبوط ہونے کی کوشش کیوں نہ کروں جب مشکلات میرے اوپر گرتی ہیں تو میں ٹوٹ جاتا ہوں یعنی میری ہمت جواب دینے لگتی ہے۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کچھ ہی تعداد ایسی تھی جو اِس سوال کے جواب میں بہتر تشریح تحریر نہیں کر سکی۔ ایسے طلبہ کی جانب سے بہت مبہم انداز میں تشریح تحریر کی گئی۔ خط (لکھائی) اور املا نہیں شکستہ رہا جس نے جواب کے تاثر کو مزید نقصان پہنچایا۔

مثال نمبر ا:

اس شعر میں شاعر کہہ رہے ہیں کہ میں کیا الو ہے تو میرا چہرہ ہے اگر پارس جو کہ بہت تیز دھار والا ہوتا ہے اگر وہ گرے تو انسان کے اعضا نہیں کٹ جاتے ہیں۔

مثال نمبر ۲:

تشریح: اس شعر میں شاعر یہ کہہ کر رہے ہیں کہ دنیا خانی ہے یہاں یہ کبھی بھی ختم ہو جائے گی اور ہمیں خبر بھی نہیں ہوگی اس شعر میں شاعر نے زندگی کو ایک پانی کے بلبلے سے تشبیہ دی ہے کہ جس جیسے پلک جھپکتے ہی پانی کا بلبلہ ختم ہو جاتا ہے ویسے زندگی بھی پلک جھپکتے ہی ختم ہو جائے اور ہمیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

سوال نمبر 3

دیے گئے تصویری خاکے کے پسِ منظر میں مکالمہ یا کہانی تحریر کیجیے۔

ہدایات:

1۔ مکالمہ یا کہانی کے ضروری اجزا کو شاملِ تحریر کیجیے۔
2۔ دورِ حاضر کے واقعات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے پاکستانیوں کے اکاؤنٹس میں پیسوں کی اچانک آمد کے تناظر میں احاطہ کیجیے۔
3۔ تصویر کی جزئیات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پاکستانی بینکوں کی رقم سے غریبوں کی زندگیوں پر اثرات تحریر کیجیے۔
4۔ طنز و مزاح کی خوبی کو اپنی تحریر کا حصہ بنائیے۔
5۔ لکھنے کے لیے جس صنف کا انتخاب کریں اُس پر (✓) کا نشان لگائیے۔

کہانی / مکالمہ

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے اِس سوال کے جواب میں بہت بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔۔ تحریر میں برمحل سے محاورات اور ضرب الامثال کا استعمال کیا جس نے تحریر کو چار چاند لگا دیے۔ کہانی یا مکالمہ کو دیے گئے موضوع کے حوالے سے تحریر کیا اور عنوان بھی دیے گئے موضوع کے حوالے سے تحریر کیا۔ طلبہ کی اکثریت نے دی گئی تصویر کی ظاہری توجیہ بیان کرتے ہوئے نہایت اچھے الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال کیا۔ تصویر کی جزئیات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے پاکستانیوں کے اکاؤنٹس میں پیسوں کی اچانک آمد کے تناظر کا احاطہ کرتے ہوئے اپنے خیالات بھی شاملِ تحریر کیے۔

طنز ومزاح کا عنصر بھی خوب نظر آیا۔ جن طلبہ نے جواب میں 'مکالمہ' تحریر کرنے کا انتخاب کیا تو مکالمہ لکھنے کے اصول کا خیال رکھا اور جو طلبہ 'کہانی' تحریر کرنے کی جانب گئے تو ایسے طلبہ نے کہانی کو ماضی کے صیغوں میں تحریر کرتے ہوئے پلاٹ کا بھی خوب خیال رکھا۔ بعض طلبہ نے کہانی کے اختتام پر اخلاقی نتیجہ بھی شامل تحریر کیا۔

مثال :

عنوان:

یوں تو یہ دن معمولی ہی ہونا تھا لیکن تقدیر کے ایک خوبصورت (یا بدبخت، ابھی پتا نہیں) جھونکے نے اس دن کو ٹنکو پان والے کے لئے بہت یادگار بنا دیا۔ ٹنکو اپنے نام کے برعکس ایک

سنجیدہ مزاج آدمی تھا جو اپنا کاروبار سے اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کا پان کا ٹھیلا اس کے خاندان کے لئے دو وقت کی روٹی میسر کر دیتا اور وہ اسی میں مطمئن رہتا۔ لیکن کچھ مہینوں کی بے جا مہنگائی نے اس کی ناک میں دم کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت پریشان اور اداس رہتا۔

اس روز صبح جب وہ اپنا ٹھیلا کھولنے گیا تو اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے دیکھا تو بینک سے میسج تھا۔ میسج میں لکھا تھا کہ اس کے اکاؤنٹ میں کسی نے ۵۰ لاکھ روپے منتقل کئے ہیں۔ وہ حق بق رہ گیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مطلوبہ بینک کی قریبی برانچ تک بھاگا۔ اس کے سوال پر معلوم ہوا کہ یہ غلطی نہیں تھی بلکہ کسی شخص نے واقعہ اس کے اکاؤنٹ میں یہ رقم منتقل کروائی تھی۔ وہ حیران، پریشان بینک سے باہر نکلا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ یہ کسی فرشتے کا کام ہے یا کسی ڈھکے چھپے جلاد کا۔ اس نے اپنی بیوی سے مشورہ کرنے کی سوچی اور اپنے گھر روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ اس کے گھر کے باہر دو بڑی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اس کے گھر کے اندر قدم رکھنے کی دیر تھی کہ کسی سوٹ بوٹ والے شخص نے بولا "آپ کو ٹیکس فراڈ، منی لانڈرنگ اور غیر قانونی اثاثے ہونے کے شک پر گرفتار کیا جاتا ہے۔"

سوٹ بوٹ والے آدمیوں کے درمیان بیٹھا ٹنکو یہ سوچ رہا تھا کہ NAB اور FIA جیسے اداروں کا اس نے صرف ٹی وی ہی میں سنا تھا۔ وہ تو منی لانڈرنگ جیسے لفظ سے واقف بھی نہ تھا۔ اللہ! یہ کیا مصیبت آن پڑی۔ لے لے واپس سارے پیسے، نہیں مانگوں گا دولت کی دعا اب سے۔ وہ دل ہی دل میں چیخا۔

NAB کے دفتر پہنچ کر اس کو ایک کمرے میں چھوڑ دیا گیا، ہتھکڑیاں کھولی نہیں گئیں۔ دو الگ سوٹ بوٹ میں ملبوث آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور ٹنکو سے اعترافِ جرم کرنے کو کہا۔ ٹنکو بیچارا، سیدھا سادا، ہچکیوں سے رونے لگا۔ NAB کے افسران نے اس سے اس کا بیان لینا چاہا تو اس نے سب سچ سچ بتا دیا۔ وہ ایک غریب آدمی تھا جس کو استعمال کیا جا رہا تھا۔ NAB کے افسران نے ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھا اور کہا "معلوم ہوتا ہے آپ سچ بول رہے ہیں۔

آپ جا سکتے ہیں۔" "اور وہ پیسے؟" ٹنکو نے معصومانہ سوال کیا۔ "جب تک ہم یہ پتا نہیں لگا لیتے وہ کس نے بھیجے ہیں، قانوناً وہ آپ کے ہیں۔" لیکن جب تک تحقیقات مکمل نہیں ہو جاتیں ان کو استعمال مت کیجئے گا۔" افسران کا جواب آیا۔

اس کے بعد ٹنکو کو چھوڑ تو دیا گیا، لیکن تحقیقات مکمل ہونے کے بعد FIA نے وہ پیسے ضبط کر لئے۔ ٹنکو کچھ عرصے بعد پان بناتے بناتے سوچ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ اتنے نوازے گئے ہیں اور کچھ کو کچھ نہیں ملتا۔ اس نے یہ سوچ فوراً اپنے دماغ سے باہر نکالی۔ "ٹنکو تو چھوٹا آدمی ہے مت سوچ بڑوں کے پنگوں کا۔" اس رات ٹنکو پھر سوکھی روٹی لے کر اپنے گھر گیا، اور اپنی ٹپکتی چھت کے نیچے بالٹی رکھ کر سو گیا۔ کہیں دور ایک محل میں ۵۰ لاکھ کا غم ایک امیر کی نیند خراب کرنے کے لئے کافی نہ تھا۔

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کم تعداد ایسی تھی جو تصویر اور موضوع میں کسی قسم کی ہم آہنگی پیدا نہیں کر سکی۔ جملوں میں ربط و تسلسل کی کمی تھی۔ پیش کردہ تحریر میں املا کی اغلاط بہت زیادہ تھیں جس نے لکھے گئے جواب کے تاثر کو مزید کم کر دیا۔ 'مکالمہ' تحریر کرنے پر ساخت کا بہتر خیال نہیں رکھ سکے۔ 'کہانی' کی طرف گئے تو، صیغہ ماضی میں لکھنے کے بجائے صیغہ حال میں لکھتے رہے۔ کچھ طلبہ تو ایسے بھی رہے جنھوں نے نہ تو مکالمہ تحریر کیا اور نہ ہی کہانی، بلکہ تحریر میں مضمون یا تبصرہ کا انداز ہی اپنایا۔ طنز و مزاح کا عنصر بھی بہت کم تھا۔ ایک ہی پیراگراف میں تحریر جاری رکھی۔

مثال نمبر ۱:

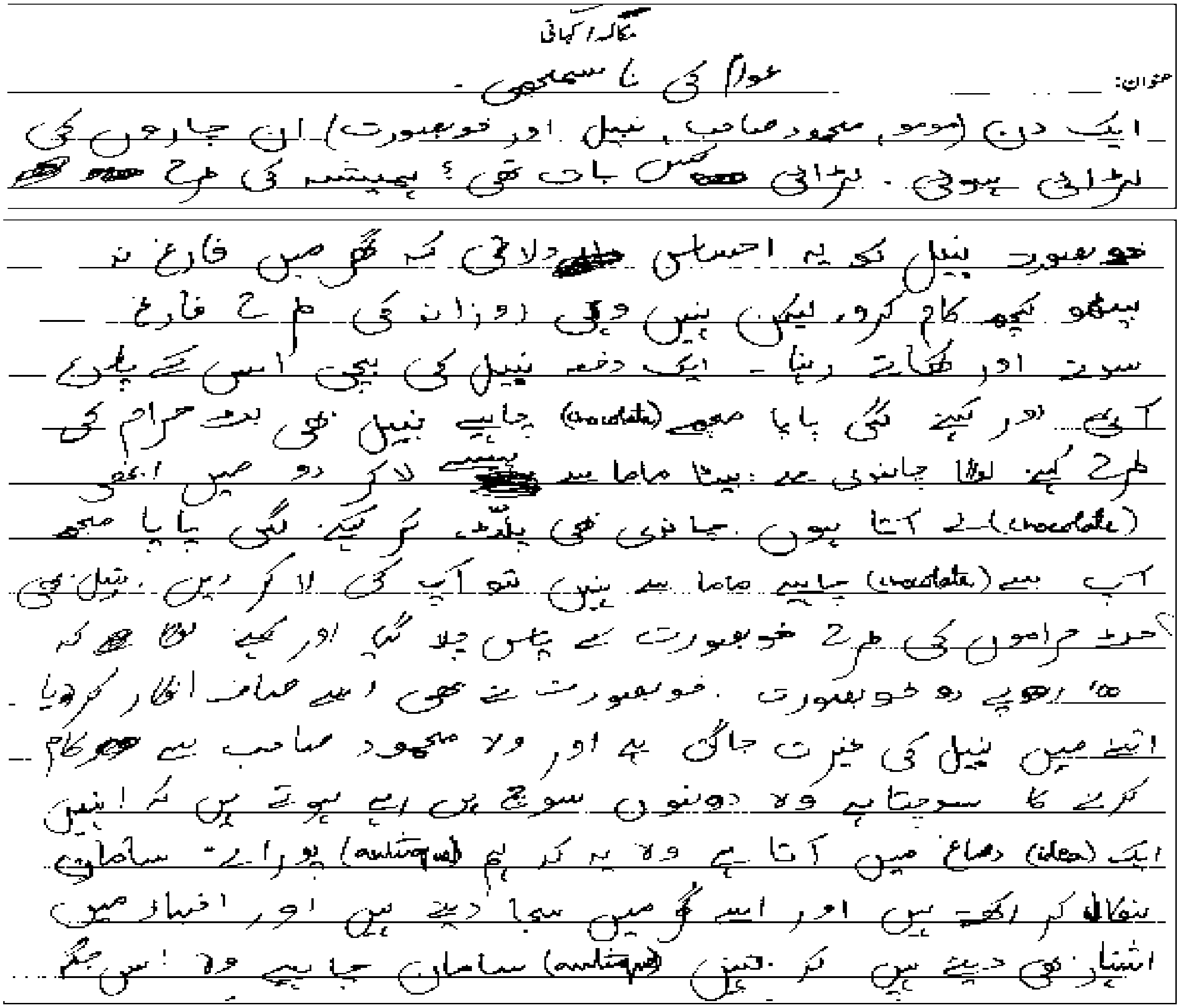
مکالمہ / کہانی
عنوان: عوام کی نا سمجھی۔
ایک دن (موسم، محمود صاحب، نبیل اور خوبصورت) ان چاروں کی
لڑائی ہوئی۔ لڑائی کس بات تھی؟ ہمیشہ کی طرح
خوبصورت نبیل کو یہ احساس دلاتی کہ گھر میں فارغ نہ
بیٹھو کچھ کام کرو، لیکن نبیل وہ تو روزانہ کی طرح فارغ
سوتے اور کھاتے رہتا۔ ایک دفعہ نبیل کی بچی اس کے پاس
آئی اور کہنے لگی بابا مجھے (chocolate) چاہیے نبیل نے بد حرام کی
طرح کہا لوٹا چاندی سے بیٹا ماما سے پیسے لا کر دو میں ابھی
(chocolate) لے آتا ہوں۔ چاندی نے پلٹ کر کہنے لگی بابا مجھے
آپ سے چاہیے (chocolate) ماما سے نہیں تو آپ کی لا کر دیں۔ نبیل نے
حرام حراموں کی طرح خوبصورت کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا کہ
۵۰ روپے دو خوبصورت۔ خوبصورت نے بھی اسے صاف انکار کر دیا۔
اتنے میں نبیل کی غیرت جاگی ہے اور وہ محمود صاحب سے کام
کرنے کا سوچتا ہے وہ دونوں سوچ رہے ہوتے ہیں کہ! نبیل
ایک (idea) دماغ میں آتا ہے وہ یہ کہ ہم [illegible] پورا ۔۔۔ سامان
بنوا کر رکھتے ہیں اور اسے گھر میں سجا دیتے ہیں اور اخبار میں
اشتہار بھی دیتے ہیں کہ جس کسی کو سامان [illegible] چاہیے وہ اس جگہ

بہر رابطہ جیسے کئی لوگ آتے ہیں چند روپے بول کر چلے جاتے
ہیں مگر اس کے بعد ایک دوسرا شخص آتا ہے اور
کہتا ہے کہ یہ سارا سامان لے لیتا ہوں ایک لاکھ میں مگر بیچنے والے
کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ (cheque) بھی (antique) ہوگا۔
وہ خوشی خوشی (Bank) جاتا ہے (cash) کروانے۔ اب جب وہاں
پہنچتا ہے تو اسے تب پتا چلتا ہے کہ (cheque) تو نقلی تھا۔ وہ بہت
پریشان ہوتا ہے وہ مایوس ہوکر گھر آتا ہے اور اپنے گھر والوں
کو بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ (cheque) بھی اس آدمی کی
طرح (antique) تھا۔ اور سوچ لیا کہ آئندہ کوئی کام نہیں کرے گا۔

اس کہانی میں موجودہ دور کے لوگ یا تو بالکل بنا کر
(Price bond) دیتے ہیں یا تو جعلی (account) کا (cheque) دے دیتے
ہیں۔ عوام کو چاہیے کہ ان سے محتاط رہیں اور
ان لوگوں سے دور رہیں ورنہ اصلی سامان
بیچ کر ہاتھ میں کچھ نہیں آئے گا۔

مثال نمبر ۲:

مکالمہ / کہانی

عنوان: آج کل کے دور میں غریب بیچارے کے لئے لوگ کیا

کیا غریب کے اکاؤنٹ میں آنے سے

پیسوں کی آمد ہوجاتی ہے۔ اور اس کی وجہ

سے غریب خوش ہوجاتا ہے۔ اور جب بینک
میں جا کر اپنے پیسے جاتا ہے۔ تو خالی واپس
آجاتا ہے۔ اس دور کی وجہ سے پاکستان کی
بینک میں پیسے محفوظ نہیں۔ بس آج دن غریب کی
اکاؤنٹ میں پیسے آجاتے ہیں۔ اور اس بینک
کرپشن کی وجہ سے غریب شخص کو پتہ ہی
نہیں چلتا۔ اس کی وجہ سے بہت سارے لوگ اس
کرپشن کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اور بے وقوف بن
جاتے ہیں۔ ہم انہیں بعد میں پتہ چلتا ہے۔ جب
بینک میں جا کر معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اور
ان کے اکاؤنٹ میں کوئی پیسہ نہیں ہیں
ہوتا۔ اس کی وجہ سے حال ہی میں ایسے بہت
سارے واقعات ہوتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں
کی زندگی پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اور جیسے کہ
ہم کو موبائل میں میسج آتا ہے کہ آپ کے اکاؤنٹ
میں لاکھوں روپے آچکے ہیں۔ آپ اپنے اکاؤنٹ نمبر
دے کے ایک ہم فلاں سے جلد پیسے ٹرانسفر کر سکیں
اس کی وجہ سے ہمیں بہت لوگ اس کی لپیٹ
میں آجاتے ہیں۔ اور ان کے اکاؤنٹ میں ایک

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو کہانی اور مکالمے کی ساخت سے آشنا کروائیں۔ انھیں یہ بھی سمجھایا جائے کہ مکالمہ علیحدہ کوئی صنف نہیں ہے، کہانی (جیسے کہ ناول، افسانہ وغیرہ میں بھی مکالمات آجاتے ہیں، مگر یہ اہم جزو 'ڈراما نگاری' کا ہے) بھی مکالمے کے انداز میں لکھی جاسکتی ہے مگر دورانِ تدریس ان کی علیحدہ علیحدہ مشق کروائی جائے۔ 'مکالمہ نگاری' کے اصول تفصیل سے سمجھائے جائیں۔ کمرۂ جماعت میں ہی طلبہ کو اِس سوال کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مختلف تصاویر دکھائیں اور اِن سے اِن تصاویر سے مطابقت رکھنے والے موضوعات معلوم کریں۔ اِس حوالے سے سابقہ سالانہ امتحانی پرچہ جات سے بھی بہ آسانی مدد سے لی جاسکتی ہے۔ کہانی یا مکالمہ تحریر کرنے کے لیے مناسب نکات بھی جانے جائیں اور پھر تحریر عمل میں لانے کو کہا جائے۔ مختلف کہانیاں بہ طورِ نمونہ پڑھنے کو دی جائیں جس سے اِن کو کہانی کی ساخت کا اندازا ہو۔

سوال نمبر 4

'ہیومن رائٹس واچ کی ایک تازہ رپورٹ کے مطابق: 'پاکستان کے 50 میں سے 22.5 ملین بچے اسکول نہیں جا پاتے اور ہر تین میں سے ایک لڑکی اور ہر پانچ میں سے ایک لڑکا پرائمری اسکول کی تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔'

اپنے دوست / اپنی سہیلی کو درج بالا صورتِ حال سے آگاہ کرنے کے لیے خط لکھیے جس میں ان بچوں کی اسکول تک رسائی نہ ہونے کی دو وجوہات لکھیے اور اسکول تک ان کی رسائی کے لیے کم از کم **تین** ممکنہ اقدامات تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اکثریت نے غیر رسمی خط کا انداز اپناتے ہوئے بہتر جوابات تحریر کیے۔ دی گئی عبارت کو سمجھ کر سوال کو بھی مدِ نظر رکھتے ہوئے عمدہ تحریر پیش کی۔ خط کی ساخت کا خیال رکھتے ہوئے خط کے اجزا پیشانی (سرنامہ)، القاب، آداب، ابتدائیہ حال احوال اور اختتامیہ بھی درست مقام پر تحریر کیے۔ خط میں اندازِ بیاں سلیقے کے ساتھ بے تکلفانہ اپنایا گیا۔ خط کے لیے دیئے گئے موضوع کی بہترین انداز میں وضاحت کی۔ نفسِ مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے بچوں کی اسکول تک رسائی نہ ہونے کی وجوہات شاملِ خط کیں اور اختتام میں بچوں کی اسکول تک رسائی کے لیے ممکنہ اقدامات بھی تحریر کیے۔ عمدہ ذخیرۂ الفاظ کا موزوں استعمال کیا گیا۔ صحیح املا کا خیال رکھا گیا۔ تحریر میں خوش خطی بھی نظر آئی۔

مثال:

کمرہ امتحان

ا ب ج روڈ

کراچی

۲۹ اپریل ۲۰۱۹ء

مورخہ ~~۲۹ اپریل ۲۰۱۹~~

پیارے دوست

اسلام علیکم

امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے اور صحت مند ہوگے اور میں بھی یہاں پر اللہ کے فضل سے خیریت سے ہوں۔ میرا یہ خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ میں تمہیں آگاہ کروں کہ پاکستان میں کتنے فیصد بچے زیر تعلیم ہیں اور کتنے بچے اسکول نہیں جاتے ہیں۔

ہیومن رائٹس واچ کی تازہ رپورٹ کے مطابق یہ خبر ملی ہے کہ پاکستان میں پچاس میں سے ساڑھے بائیس اشاریہ پانچ ملین بچے اسکول نہیں جا پاتے اور تین میں سے ایک لڑکی اور ہر پانچ میں سے ایک لڑکا پرائمری اسکول کی تعلیم حاصل نہیں کر پاتا یعنی آٹھ بچوں میں سے صرف دو بچے زیر تعلیم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ گاؤں علاقہ دیہاتوں میں آبادی زیادہ ہوتی ہے اور وہاں پیری اسکولوں کی کمی ہے اور ماں باپ بھی اپنے بچے کو کام پر لگا دیتے ہیں اور بس کمانے کی سوچتے ہیں انہیں یہ تک نہیں پتہ کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر تعلیم حاصل کرنا لازم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے

ان کو خود کو بھی پڑھنے کا شوق نہیں ہے کیونکہ انہیں پتہ ہی نہیں ہے کہ پڑھنا بھی ہے۔ اب ان کی تعلیم کا
اہتمام کے لیے ہمیں کچھ اقدامات کرنے پڑیں گے جو درج ہیں: (1) پہلے تو ماں باپ اور ان کے بچوں کو تعلیم
کی اہمیت سے آگاہ کرنا پڑے گا اور ان کو ابھارنا ہوگا تاکہ وہ اپنے بچے اسکول بھیجیں (2) ہر گاؤں دیہات
میں پرائمری اسکول کھولے جائیں (3) اور تیسری اقدام ہم یہ کرسکتے ہیں کہ ان کی فیس کم رکھیں اور
ان کا نصاب انہیں فری میں مہیا کریں۔

امید ہے کہ تم بھی یہ خط سمجھو گی اور اپنی رائے کا اظہار ضرور کرنا اور میری طرف سے
اپنے گھر والوں کو سلام کہنا اور اپنا خیال رکھنا۔

فقط
تمہارا دوست
اب ج

ناقص جوابات کی صورت جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی بہت کم تعداد ایسی بھی تھی جن کے خطوط بہتر نظر نہیں آئے۔ خطوط میں بنیادی نقص اُن کے تحریر کردہ خط کی ساخت میں پایا گیا۔ اجزائے خط یعنی! پیشانی (سرنامہ)، القاب و آداب، ابتدائیہ اور اختتامیہ خط میں درست مقام سے الگ نظر آئے۔ خط میں اندازِ بیاں رسمی خط اور درخواست کا اپنایا گیا۔ دی گئی عبارت اور سوال کی تفہیم صحیح طور پر نہیں کر سکے، جس کے سبب خط نفسِ مضمون سے دور رہا۔ کچھ طلبہ نے تو فقط سوال میں دی گئی عبارت ہی جواب میں تحریر کرنے پر اکتفا کیا۔ ذخیرۂ الفاظ میں از حد کمزوری اور غیر معیاری املا نظر آیا۔ ''السلام علیکم'' کا املا تو اکثر طلبہ کا غلط ہی سامنے آتا رہا۔ اس درجے پر عموماً طلبہ سے کافی توقعات کی جاتی ہیں کہ وہ زبان و بیان کے لحاظ سے کافی بہتر ہوں گے لیکن اس کا عکس ان کے جوابات میں نظر نہیں آیا۔

مثال :

کمرۂ امتحان

۲۹ - ۵ - ۲۰۱۱

پیارے دوست السلام علیکم

امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے اور میں
بھی یہاں خیریت سے ہوں۔ آپ کو یہ جان کر
بہت ہی خوشی ہوگی کہ پاکستان میں لٹریسی ریٹ بہت
ہی کم ہے اور تقریباً چالیس فیصد پاکستانی
جوان ہی نوکری دینے کے قابل ہیں اور تو اور
ہمارا تعلیمی معیار بہت خراب ہے۔ باہر
کے ممالک میں ہم پاکستانیوں کو نیچا دیکھا جاتا
ہے۔ اس میں سب سے بڑی نا اہلی ہمارے
حکمرانوں کی ہے جو جنہوں نے ہمارے مشکلات
میں صرف اضافہ ہی کیا ہے انہوں نے نہ ہمارے ~~بچوں~~
بچوں کے لیے اچھی ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا ہے نہ کی
بھلائی سرکاری اسکولوں اور غیر سرکاری اداروں کو اچھا
کیا جس کی وجہ سے ہمیں مشکل سے دو چار ہونا
پڑتا ہے ہمارے سرکار کو اس طرح ہماری تعلیمی
اداروں کو مضبوط کر سکتی ہے ① اچھے سے اچھے کالجوں
کو قائم کریں ② اسکولوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے
③ اسکولوں کی اچھے سے اور سختی سے رپورٹ لی جائے۔

آپ کا دوست

ا - ب - ج

تجاویز:

اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طلبہ کو خط کے اجزا درست مقام پر خط میں شامل کرنے کے قابل بنائیں۔ رسمی اور غیر رسمی خط کا اندازِ بیاں واضح کریں۔ مذکورہ صلاحیتوں کو یقینی بنانے کے لیے طلبہ کو مختلف خطوط بہ طورِ نمونہ دیئے جائیں تو مطلوبہ فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ طلبہ کو یہ بات بھی سمجھائی جائے کہ امتحانی پرچے میں خط تحریر کرتے وقت اپنا اور اسکول وغیرہ کا نام نہ لکھیں، اِس کی جگہ 'ا، ب، ج۔ ل، م، ن وغیرہ' جیسے حروفِ تہجی کا استعمال کیا جائے۔ یعنی ایسی کوئی بات موجود نہ ہو جس سے آپ کی شناخت ہوتی ہو۔